ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

40

www.tanzeem.org

25ذوالحجہ1435ھ تا2محرم الحرام1436ھ/21تا27اکتوبر2014ء

اس شمارے میں

پاکستان کے حکمران اورمسئلہ کشمیر

روح قربانی

’’......براہیم ساایمان پیدا‘‘

داعش اوراُس کا اعلان خلافت (ii)

اہل کوفہ کی متلون مزاجی

اعتماد کارشتہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

غیراسلامی دستورالعمل نامقبول ہے!

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن‘ سلامتی اوران کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اوراجتماعی نظام ذہن میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ جو کچھ قرآن مجید سے میری سمجھ میں آیا ہے‘ اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں‘ بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے‘ جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔ تاریخ ادیان اس بات کی شاہد عادل ہے کہ قدیم زمانے میں ’دین‘ قومی تھا‘ جیسے مصریوں‘ یونانیوں اور ہندیوں کا۔ بعد میں نسلی قرار پایا جیسے یہودیوں کا۔ مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے۔ جس سے بدبخت یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ دین چونکہ پرائیویٹ عقائد کا نام ہے‘ اس لئے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف ’اسٹیٹ‘ ہے۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے‘ نہ نسلی ہے‘ نہ انفرادی اور پرائیویٹ‘ بلکہ خالصۃً انسانی ہے۔ اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظّم کرنا ہے۔ ایسا دستورالعمل قوم اور نسل پر بنا نہیں کیا جا سکتا‘ نہ اس کو پرائیویٹ کہہ سکتے ہیں‘ بلکہ اس کو صرف معتقدات پر ہی مبنی کہا جا سکتا ہے۔ صرف یہی ایک طریق ہے جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے‘ جو ایک امت کی تشکیل اور اس کی بقا کے لئے ضروری ہے۔

امت مسلمہ‘ جس دین فطرت کی حامل ہے اس کا نام ’دین قیم‘ ہے۔ دین قیم کے الفاظ میں ایک عجیب و غریب لطیفۂ قرآنی مخفی ہے۔ اور وہ یہ کہ صرف دین ہی مقوّم ہے‘ اس گروہ کے امور معاشی اور معادی کا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس نظام کے سپرد کر دے۔ بالفاظِ دیگر یہ کہ قرآن کی رُو سے حقیقی تمدنی زندگی یا سیاسی معنوں میں ’قوم‘ دین اسلام ہی سے ’تقویم‘ پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن صاف صاف اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ کوئی دستورالعمل جو غیر اسلامی ہو‘ نامقبول اور مردود ہے۔

علامہ محمد اقبال

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

چوپایوں، شہد کی مکھی اور شہد کا بیان

سورۃ النحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 66 تا 69

وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً‌ ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَـنًا خَالِصًا
سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا‌ ؕ اِنَّ
فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوۡحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا وَّمِنَ
الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعۡرِشُوۡنَ ۙ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِىۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِىۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا‌ ؕ يَخۡرُجُ مِنۡۢ
بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِيۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۶۹﴾

آیت ۶۶ ﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً‌ ؕ﴾ ’’اور یقیناً تمہارے لیے چوپایوں میں بھی عبرت ہے۔‘‘

چوپایوں کی تخلیق میں بھی تمہارے لیے بڑا سبق ہے۔ ان کو دیکھو‘ غور کرو اور اللہ کی حکمتوں کو پہچانو!

﴿نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَـنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾﴾ ’’ہم پلاتے ہیں تمہیں اُس میں سے جو اُن کے پیٹوں میں ہوتا ہے‘ گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ‘ پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار۔‘‘

آیت ۶۷ ﴿وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا‌ ؕ﴾ ’’اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی‘ اُن سے تم نشہ آور چیزیں بھی بناتے ہو اور اچھا رزق بھی۔‘‘

﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾﴾ ’’یقیناً اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیں۔‘‘

آیت ۶۸ ﴿وَاَوۡحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعۡرِشُوۡنَ ﴿۶۸﴾﴾ ’’اور آپ کے رب نے وحی کی شہد کی مکھی کی طرف‘ کہ گھر بنا پہاڑوں میں‘ درختوں میں اور لوگ (انگوروں کی بیلوں کے لیے) جو چھتریاں بناتے ہیں ان میں۔‘‘

یعنی شہد کی مکھی کی فطرت میں یہ چیز ودیعت کر دی گئی ہے۔

آیت ۶۹ ﴿ثُمَّ كُلِىۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِىۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا‌ ؕ﴾ ’’پھر ہر طرح کے میووں میں سے کھا اور اپنے ربّ کے ہموار کیے ہوئے راستوں پر چلتی رہ۔‘‘

﴿يَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِيۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ‌ ؕ﴾ ’’نکلتی ہے ان کے پیٹوں سے پینے کی ایک شے (شہد)‘ جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں‘ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔‘‘

شہد کی مکھی جن جن جڑی بوٹیوں اور پودوں کے پھولوں کا رس چوستی ہے اُن کے خواص اور اُن کی تاثیرات کو گویا وہ کشید کرتی ہے۔ اس طرح شہد میں مختلف ادویات کے اثرات بھی شامل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۶۹﴾﴾ ’’یقیناً اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔‘‘

فرمان نبوی

تکبر سے بَری کون؟

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اَلۡبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الۡكِبۡرِ))

(شعب الایمان للبیهقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔‘‘

تشریح: سلام میں پہل کرنا اس بات کی علامت اور دلیل ہے کہ اس بندے کے دل میں تکبر نہیں ہے‘ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سلام میں پہل کرنا تکبر کا علاج ہے جو بدترین رذیلہ ہے‘ جس پر احادیث میں عذابِ نار کی وعید ہے۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

25 ذوالحجہ 1435ھ تا 2 محرم الحرام 1436ھ جلد 23
21 تا 27 اکتوبر 2014ء شمارہ 40

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

پاکستان کے حکمران اور مسئلہ کشمیر

قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا، لیکن جس قوم کو اُن کے ذریعے اللہ نے آزادی کی نعمت سے نوازا وہ قوم اڑسٹھ سال میں بھی اپنی شہ رگ اپنے بدترین ازلی وابدی دشمن بھارت کی گرفت سے آزاد نہ کروا سکی۔ پاکستان کے سیاسی اور فوجی حکمرانوں نے اقتدار حاصل کرنے، اس پر گرفت مضبوط کرنے اور اس کی طوالت کے لیے کشمیر کے نعرہ کو بطور آلہ تو استعمال کیا، لیکن اسے بھارت کے غاصبانہ قبضہ سے چھڑانے کے لیے سنجیدگی کے ساتھ تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے باقاعدہ اور کسی منصوبہ بندی کے ساتھ کوشش نہیں کی۔ اس حوالہ سے جتنی بھی کوششیں مختلف حکومتوں نے کیں وہ جزوی، عارضی اور ہنگامی نوعیت کی نظر آتی ہیں اور صحیح تر الفاظ میں انہوں نے اوچھے پن کا مظاہرہ کیا۔ کسی بھی A پلان کی ناکامی پر B یا C پلان ترتیب نہ دیے گئے۔ دشمن کے ردعمل اور اس ردعمل کے توڑ کی کبھی کوئی پلاننگ نہ ہوئی۔ پھر یہ کہ عالمی صورت حال اور اس کے ردعمل کو کبھی قابل توجہ نہ سمجھا گیا۔ اس حوالہ سے دوست اور دشمن میں تمیز کرنے میں بھی ہم بری طرح ناکام رہے۔ بھارت 1948ء میں کمزور ترین وکٹ پر تھا۔ اسی لیے وہ بھاگم بھاگ اقوام متحدہ میں کشمیر کے مسئلہ کو لے گیا اور استصواب رائے کرانے کا وعدہ کر لیا۔ اقوام متحدہ کے کہنے پر جنگ بندی قبول کر لینا اگر مجبوری تھی کہ نوزائیدہ پاکستان مختلف مشکلات میں گھرا ہوا تھا، لیکن جنگ بندی سے پہلے استصواب رائے کے لیے کوئی ٹائم فریم نہ لینا ایک سنگین غلطی تھی۔ بھارت کشمیر کے اندر قبائلیوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کی وجہ سے بری طرح خوف میں مبتلا ہو چکا تھا، وہ ہر شرط کو قبول کر لیتا۔ بعدازاں اقتدار کی ہوس میں مبتلا ہمارے سیاست دانوں کی تمام تر توجہ کرسی کے کھیل کی طرف مبذول ہو گئی۔ بھارت میں ایک مستحکم سیاسی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ جس نے پاکستان کی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور اس نے انتہائی بے ہودہ اور مضحکہ خیز حیلے بہانے گھڑے اور کشمیر میں استصواب رائے کے وعدہ سے منحرف ہو گیا۔

1958ء میں پہلی بار پاکستان کو مارشل لاء کی جاں گسل بیماری لاحق ہوئی۔ ظاہری طور پر ایک مضبوط، مستحکم اور پائیدار حکومت قائم ہو گئی۔ لیکن فیلڈ مارشل ایوب خان دنیا کے واحد فوجی کمانڈر تھے، جو میدانِ جنگ کی بجائے ایوانِ صدر میں فیلڈ مارشل قرار دیے گئے۔ انہوں نے کشمیر کے حوالہ سے دو ہمالیائی غلطیوں کا ارتکاب کیا۔ پہلی غلطی 1962ء میں جب ہند چین سرحدی جھڑپیں شروع ہوئیں اور معلوم ہوتا تھا کہ دونوں ممالک کے درمیان کھلی جنگ شروع ہو جائے گی۔ بھارت پر چین کا اس قدر خوف طاری ہوا کہ وہ کشمیر سے فوج نکال کر چین کی سرحد پر لے گیا۔ چینی سفیر نے آدھی رات کو قدرت اللہ شہاب کے ذریعے صدر ایوب کو جھنجھوڑا کہ اٹھو کشمیر حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے۔ پاکستانی افواج کو کشمیر میں کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ ہوگا۔ گویا اسے واک اوور مل جائے گا۔ لیکن ایوب خان امریکہ پر اعتماد کر بیٹھا جس نے اسے جھوٹی یقین دہانی کروادی کہ اگر پاکستان اس نازک وقت میں بھارت کی پیٹھ میں چھرا نہ گھونپے تو جنگ کے بعد امریکہ پاک بھارت مذاکرات کے ذریعے کشمیر کا مسئلہ حل کروا دے گا۔ ہم اگر مؤمن ہوتے تو دوبارہ ایک سوراخ سے نہ ڈسے جاتے۔ ہم امریکی یقین دہانی پر ایمان لے آئے اور پھر وہی ہوا جو ہونا تھا یعنی رات گئی بات گئی۔

1965ء میں فیلڈ مارشل نے ایک اور حماقت کا مظاہرہ کیا۔ آزادی کی خواہش مند مقبوضہ کشمیر کی سیاسی قیادت سے بغیر معاملات طے کیے اپنے اعلیٰ ترین تربیت یافتہ کمانڈوز وہاں داخل کر دیے جنہوں نے کشمیر میں افراتفری مچادی۔ فیلڈ مارشل کو نہ جانے کس احمق نے یہ یقین دہانی کروادی تھی کہ بھارت انٹرنیشنل بارڈر کی حرمت کو

پامال نہیں کرے گا۔ بہر حال پاکستان کشمیر حاصل کیا کرتا، اُس کے لئے اپنی سلامتی کا تحفظ بھی مشکل ہو گیا۔ اس اوچھی اور حماقت آمیز حرکت نے کشمیر پر پاکستان کے کیس کو مزید کمزور کر دیا۔ ایوب خان، بھٹو اور ضیاء الحق کے دور میں پاکستان کے حکمران ایک انتہا پر تھے یعنی وہ چاہتے تھے کہ بغیر کسی منصوبہ بندی اور مناسب جنگی تیاری کے ہم جھپٹ کر بھارت سے کشمیر چھین لیں۔ اس لیے کہ اس وقت تک ایک تاثر تھا کہ جو حکمران کشمیر حاصل کر لے گا اس کو بلکہ اس کی کئی اگلی نسلوں کو دائمی طور پر اقتدار حاصل ہو جائے گا۔ اسی لیے حصولِ کشمیر کے لیے اوچھے اور بے ہنگم حربے اختیار کیے گئے۔ جن میں سے گھس بیٹھیوں کو کشمیر میں داخل کرنا ایک بڑا حربہ سمجھا گیا اور یہ مفروضہ ذہن نشین ہو گیا کہ مقامی کشمیریوں کے ساتھ مل کر کشمیر کو آزاد کروا لیں گے۔ لیکن تجربہ نے یہ بتایا کہ اس سے ایک طرف مقامی کشمیریوں پر بھارتی فوجیوں نے ظلم کے پہاڑ توڑے، انہیں دنیا کے سامنے بطور دہشت گرد پیش کیا اور دوسری طرف پاکستان کو بھی شدید نقصان پہنچا۔

ضیاء الحق کے بعد بے نظیر بھٹو نے کشمیر پالیسی میں اعتدال لانے کی کوشش کی۔ نواز شریف لاہور ڈیکلریشن کے ذریعے واجپائی کو نہ صرف مینارِ پاکستان پر لے آئے بلکہ اپنی عسکری قیادت کے اصرار پر اس میں مسئلہ کشمیر کا کم از کم ذکر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یقیناً یہ نواز شریف کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا لیکن پھر کارگل کا واقعہ ہو گیا، جس پر واجپائی نے نواز شریف کو فون کر کے کہا کہ آپ نے میری پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا ہے۔ کارگل یقیناً ایک فوجی منصوبہ تھا۔ اسے پرویز مشرف پلان بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان ہی کا یہ brain child تھا۔ لیکن حالات واقعات ثابت کرتے ہیں کہ نواز شریف مکمل طور پر نہ سہی لیکن وہ اس حوالہ سے on board تھے جس سے وہ بعد ازاں مکر گئے۔ ظاہر ہے، ان کے دل میں بھی یہ خواہش مچل اٹھی کہ اگر کشمیر میرے دور میں حاصل ہو گیا تو میرا اقتدار نسل در نسل یقینی ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری پالیسی یہ ہونا چاہیے تھی کہ مسئلہ کشمیر کو بغیر جنگ کے اس وقت تک محض زندہ رکھا جائے تا آنکہ ہم کھلم کھلا عسکری طاقت سے بھارت سے کشمیر چھیننے کی پوزیشن میں آ جاتے یا ہماری سیاسی اور معاشی پوزیشن دنیا میں اس قدر مضبوط ہو جاتی کہ مذاکرات میں ہم سے ٹال مٹول کرنا بھارت کے لیے ممکن نہ رہتا اور ایک سیاسی و معاشی قوت ہونے کی وجہ سے دنیا کے ہمارے ساتھ کچھ مفادات وابستہ ہو جاتے۔ اس لیے کہ اول تو ازل سے ہی کمزور کی شنوائی نہیں ہوتی لیکن جدید مادہ پرست دور میں دُنیا میں کمزور کے مفادات کا تحفظ تو دور کی بات ہے، اس کے زندہ رہنے کی گنجائش ہی بہت کم ہو چکی ہے لیکن طاقتور سے سب جڑنا چاہتے ہیں۔

کارگل پر جو تنازعہ کھڑا ہوا تھا، اسے بنیاد بنا کر پرویز مشرف نے فوجی بغاوت کر ڈالی اور نواز شریف حکومت کا خاتمہ کر دیا، جو نہ صرف بلا جواز تھا بلکہ ایک انتہائی ناجائز قدم تھا۔ بعد ازاں پرویز مشرف نے نواز شریف کے ساتھ جو توہین آمیز سلوک کیا، وہ بھی انتہائی قابل مذمت تھا۔ بہر حال پرویز مشرف ڈی فیکٹو حکمران بن گئے۔ آگرہ کانفرنس تک پرویز مشرف کا کشمیر کے حوالہ سے موقف بہت مضبوط اور زوردار تھا، لیکن نائن الیون کے بعد پرویز مشرف نے اپنے اقتدار کے دوام کے لیے ایک یوٹرن لیا بلکہ ریورس گیئر لگایا اور وہ امریکہ ہی کے سامنے نہیں بلکہ بھارت کے سامنے بھی شرمناک اور ذلت آمیز حد تک جھک گیا۔ کولمبو میں ہونے والی ایک سارک کانفرنس میں پرویز مشرف جس انداز سے واجپائی سے ملا اسے پاؤں پڑنا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کہا جا سکتا ہے۔ بعد ازاں کشمیر کے حوالہ سے جو کچھ پرویز مشرف نے کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے کشمیر کے حوالہ سے پاکستان کو بھارت کے سامنے ایک مجرم بنا کر کھڑا کر دیا۔ سابق صدر زرداری بھی کشمیر سے لاتعلق ہو کر بھارت کی خوشنودی کے خواہاں رہے۔

نواز شریف کا موجودہ دورِ حکومت اور بھارت کے حوالہ سے ان کا رویہ کچھ اس طرح کا ہے کہ دیکھ اور سن کر بھی اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین نہیں آ رہا۔ 12 اکتوبر 1999ء کے سانحہ نے ان کے دل و دماغ پر ایسا اثر کیا ہے کہ وہ پاکستان سے زیادہ بھارت کے لیڈر معلوم ہوتے ہیں۔ اپنی سکیورٹی فورسز کو وہ شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جس سے ان کے اور فوج کے درمیان ناقابل عبور خلیج حائل ہو چکی ہے۔ بھارت اسی سے جرأت پا کر لائن آف کنٹرول اور انٹرنیشنل بارڈر پر بے دریغ حملے کر رہا ہے۔ بھارت کی حکومت، اپوزیشن اور خصوصاً میڈیا نے پاکستان کے خلاف طوفان اٹھایا ہوا ہے۔ اور ہماری حکومت خصوصاً نواز شریف کا رویہ انتہائی معذرت خواہانہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے پاکستان کٹہرے میں کھڑا ہے اور بھارت فردِ جرم پڑھ کر سنا رہا ہے۔ ہم حکومت کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جنگ یقیناً پسندیدہ شے نہیں اور دو ایٹمی ممالک کے درمیان جنگ کا تصور بھی ہولناک ہے، احمقانہ ہے۔ لیکن کیا ریاستی تاریخ میں کبھی ایسا ہوا کہ کوئی جارح دشمن منت سماجت پر ٹل گیا ہو، کسی طاقتور نے کمزور پر ترس کھا لیا ہو۔ یاد رکھیے، مسلمانانِ برصغیر نے ایک بہت بڑے ''جرم'' کا ارتکاب کیا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان میں جتنی اقوام باہر سے آئیں، ہندو نے سماجی طور پر انہیں خود میں ضم کر لیا۔ وہ کسی نہ کسی انداز میں ہندوازم کا حصہ بن گئیں، لیکن مسلمانوں نے اپنی تمام تر کوتاہیوں اور عیاشیوں کے باوجود یہ کام نہیں کیا، جسے ہندو ذہنیت کسی صورت برداشت نہیں کر پائی۔ پھر برصغیر کو تقسیم کر کے ہم نے ہندو ماتا کے ٹکڑے کر دیئے۔ لہٰذا جارحیت کے لیے نہ سہی، دفاع کے لیے ہمیں مضبوط فوج، ٹیکنالوجی اور وسائل کی ضرورت ہے۔ بالفاظِ دیگر دفاع کو ناقابل تسخیر بنانا ہو گا۔ وگرنہ مودی کی والدہ کو آپ جتنی چاہیں ساڑھیاں بھجوا لیں، پاکستان کے آموں کی ساری فصل مودی کو تحفہ میں دے دیں، مودی کا دل نہیں پسیجے گا۔ آپ حلوہ کی صورت اختیار کریں گے تو وہ نگل لے گا۔ لہٰذا حل صرف یہ ہے کہ جارحیت کا ارتکاب خود نہ کیا جائے، نہ ہمارے حالات اس کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن پاکستان کو لوہے کا ایسا چنا بنا دیں کہ مودی کے لیے دندان شکن ثابت ہو۔ آخری حتمی اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ موجودہ فرسودہ گلے سڑے نظام سے پاکستان کو فولادی قوت نہیں بنایا جا سکتا۔ صرف اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی ہی پاکستان میں حقیقی معنوں میں نافذ کرنے سے یہ ملک اسلام کے ایسے قلعہ میں تبدیل ہو گا جو واقعتاً بھارت ہی کے لیے نہیں بلکہ اس کے سرپرست امریکہ کے سامنے بھی چٹان بن کر کھڑا ہو اور ناقابل تسخیر ہو۔ کرنے کا اصل کام یہی ہے۔

روحِ قربانی

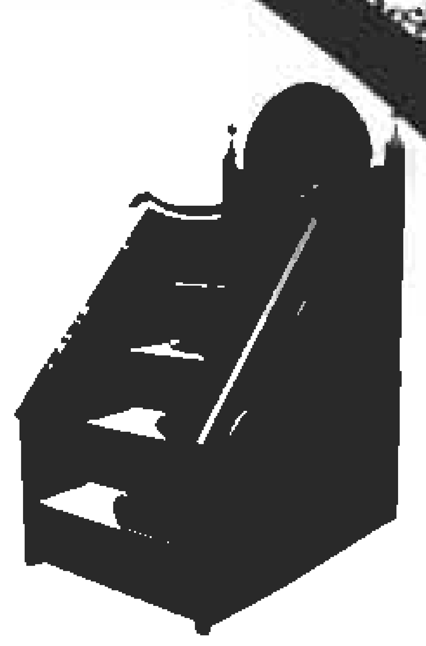

سورۃ الحج کے پانچویں رکوع کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا خطاب عید

برادرانِ اسلام! آج ہم دوگانہ عید الاضحیٰ کے لیے یہاں جمع ہیں۔ عید الاضحیٰ اصل میں عید قربان ہے اور سب کو معلوم ہے کہ قربانی دراصل اس عظیم واقعہ کی یادگار ہے جس کا تعلق حضرات ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؑ سے ہے۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر سورۃ الصافات میں تفصیل سے آیا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ سو سال کے بوڑھے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دعائیں مانگ مانگ کر لیا تھا اور جب وہ ان کے ساتھ بھاگ دوڑ کے قابل ہوا اور معاملات میں ہاتھ بٹانے لگا تو اللہ کے حکم پر انھوں نے اسے ذبح کرنے کے لیے اس پر چھری چلا دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی امتحانات سے عبارت ہے اور یہ سب سے بڑا اور آخری امتحان تھا، جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا۔ اس بارے میں اللہ نے فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾ (الصافات:106) "یہ بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔" آپ اِس امتحان میں بھی پورے اُترے۔ عید الاضحیٰ دراصل قربانی کے اسی عظیم واقعہ کی یادگار ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضور ﷺ سے پوچھا تھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ قربانیاں (جو ہم ادا کرتے چلے آ رہے ہیں) ان کی حقیقت کیا ہے؟ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا: ((سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ)) "یہ تمہارے جدامجد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔"

جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ قربانی سنت ابراہیمی ہے تو یہ بات جاننے کی ضرورت ہے کہ قربانی کی روح کیا ہے۔ مجھے اقبال کے اشعار یاد آ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے!
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

اپنے اسی دُکھ کا اظہار انھوں نے ایک اور شعر میں بھی کیا تھا۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

روحِ قربانی کیا ہے؟ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں سورۃ الحج کے پانچویں رکوع میں قدرے تفصیل سے ملتا ہے۔ اس سے پہلے چوتھے رکوع میں حج کے مناسک، بیت اللہ کی تعمیر اور اس حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والہانہ شوق کا ذکر ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے بعد انھوں نے اللہ کے حکم پر لوگوں کو حج کے لیے بلایا۔ اگلے رکوع میں روح قربانی کا بیان ہے۔

فرمایا: ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ﴾ "اور ہم نے ہر اُمت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کر دیا

مرتب: فرقان دانش

ہے تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر خدا کا نام لیں۔" ظاہر بات ہے کہ یہ مویشی (گائے، بھینس، اونٹ، بکریاں وغیرہ) اللہ کی عطا ہیں اور انسان کے لیے ان میں بے شمار فوائد بلکہ بنیادی ضروریات کے سامان موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ کی عظمت کے اعتراف اور اس کے احسانات پر شکر ادا کرنے کے لیے صرف اُس کی خوشنودی کی خاطر اسی کے دیے ہوئے مال میں سے ایک جانور اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا نام عید قربان ہے۔ یہ دراصل بندگی اور عبادت کا ایک عملی اظہار ہے۔ ہمیں سب کچھ ہمارے رب نے عطا کیا ہے۔ ہم اور کچھ نہیں کر سکتے تو اسی کی عطا کی ہوئی چیز میں سے کچھ اس کے لیے قربان کر دیں۔ یہ ایک جذبہ ہے جو سچے بندوں میں اپنے پروردگار کی لیے موجزن ہوتا ہے اور یہ عید قربان اس کی ایک عملی شکل ہے۔ ہم جو جانور اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں، وہ تحفہ اصلاً اسی کا عطا کردہ ہے۔ بقول شاعر ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ اللہ تعالیٰ کی قدر دانی ہے کہ وہ ہماری اس قربانی کو بھی بڑی فضیلت عطا فرماتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قربانی کے جانور ایک ایک بال پر اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ بہرحال اس کی قبولیت کی کچھ شرائط اور تقاضے بھی ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ فرمایا: ﴿فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ "سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک اللہ ہے۔ اُس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔" اسلام کا مطلب ہے سر تسلیم خم کر دینا۔ ؏ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے ہم اللہ کے بندے ہیں۔ ہمارا کام اس کے احکام کو ماننا ہے، اُس کی فرماں برداری کرنا ہے۔ اللہ ہمارا محسن ہے۔ اُس نے ہمیں شرف انسانیت سے نوازا ہے۔ اسی نے ہمیں مسجود ملائک بنایا۔ ہمیں یہ سب کچھ عطا کیا ہے۔ لہٰذا سرِ تسلیم اسی کے سامنے خم ہو۔ اللہ کے حکم کے مقابلے میں کسی اور کے حکم کی تعمیل کرنا توحید کے خلاف ہے۔ توحید یہی نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اللہ ایک ہے، بلکہ ہمیں حکم بھی اسی کا ماننا ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا واحد راستہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

بش، کلنٹن اور اوباما کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا مسلمان کو زیبا نہیں۔ لیکن جب آپ ایک رب کو چھوڑ دیں گے تو پھر آپ کو ہر ایک کے سامنے سجدہ کرنا ہی ہوگا۔ پھر تمہیں نریندر مودی کے سامنے بھی سجدہ ریز ہونا پڑے گا۔ یہ ہے وہ توحید کا پیغام جو یہاں آ رہا ہے۔

آگے فرمایا: ﴿الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔“ ایک بات تو طے ہے کہ بندگانِ خدا اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں، کسی اور کے سامنے نہیں۔ کیونکہ کل کائنات کا اور کل قوت کا مالک وہی ہے۔ لہٰذا ڈرنا بھی صرف اُسی سے چاہیے۔ اُسی کی ہیبت کا معاملہ دل میں ہونا چاہیے۔ ﴿وَالصّٰبِرِیۡنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَہُمۡ﴾ ”ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں۔“ اس مقام کو سمجھئے۔ وہ ایک اللہ کے مقابلے میں کسی دوسرے کی خدائی تسلیم نہیں کرتے۔ اُس کی خدائی کا تقاضا ہے کہ رب کی دھرتی پر رب ہی کا نظام قائم ہو، اسی کی تکبیر بلند کی جائے۔ چنانچہ یہ لوگ اس کے دین کو قائم اور غالب کرنے کے لیے باطل قوتوں سے ٹکر لیتے ہیں، اور پھر جو مشکلات اور تکالیف اِس راہ میں آئیں ان پر صبر کرتے ہیں: ﴿وَالۡمُقِیۡمِی الصَّلٰوۃِ ۙ وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴾ ”اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے (اس میں سے) نیک کاموں (میں) خرچ کرتے ہیں۔“ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ یہ لوگ ان کاموں میں جن میں خرچ کرنا اللہ کو پسند ہے، خرچ کرنے والے ہیں۔ یعنی یہ اپنا مال غریبوں، ضرورت مندوں پر اور سب سے بڑھ کر اللہ کے دین کے غلبے اور سربلندی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

آگے فرمایا: ﴿وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰہَا لَکُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ لَکُمۡ فِیۡہَا خَیۡرٌ﴾ ”اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے شعائر خدا مقرر کیا ہے۔ ان میں تمہارے لئے فائدے ہیں۔“ خاص طور پر یہاں اونٹ کا ذکر ہے۔ عربوں کے لیے تو اس کی بہت اہمیت تھی۔ ”اِن میں تمہیں نفع ہے۔“ کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کا گوشت خود بھی کھاتے ہو اور اُسے دوسروں میں بھی کھلاتے ہو، مساکین میں بھی بانٹتے ہو۔ ﴿فَاذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہَا صَوَآفَّ﴾ ”تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر ان پر خدا کا نام لو۔“ یعنی ایک بات تو یہ بتا دی کہ ذبیحہ پر نام صرف اللہ کا لیا جائے۔ قربانی صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے ہے۔ مسلمان کی عبادات اور جینا مرنا سب اللہ کے لئے ہونا چاہیے۔ ﴿اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ (الانعام: 162) ”میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہے۔“ ساتھ ہی رہنمائی فرما دی کہ اونٹ جیسے عظیم الجثہ جانور کی قربانی کرنی ہو تو اس کو گرا کر ذبح کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کو نحر کیا جاتا ہے۔ اونٹ کو ذبح کرنا ایک اعتبار سے مشکل ترین کام ہے لیکن جو لوگ اس کے ماہر ہیں، ان کے لیے یہ نہایت آسان ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ اپنی طرف سے قربان کیے۔ اور کیفیت یہ تھی کہ اونٹ صف میں کھڑے تھے اور حضور ﷺ نحر کرتے جاتے تھے۔ آپؐ ایک اونٹ کو نحر فرماتے تو اگلا اونٹ خود گردن بڑھا کر اپنے آپ کو پیش کر دیتا تھا۔ اس طرح آپؐ نے 63 اونٹوں کو ایک ہی وقت میں نحر کیا ہے۔ یہ گویا اس بات کی علامت تھی کہ آنحضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ 63 برس ہے۔ بقیہ اونٹ آپؐ کے حکم سے حضرت علیؓ نے نحر کیے۔ ﴿فَاِذَا وَجَبَتۡ جُنُوۡبُہَا فَکُلُوۡا مِنۡہَا وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ﴾ ”جب پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے

پریس ریلیز 10 اکتوبر 014

ڈرون حملوں کی بارش اور پاکستان کی زمینی اور فضائی حدود کی خلاف ورزی پر معذرت خواہانہ رویہ انتہائی قابل مذمت ہے

ہماری پستی کا سبب اسلامی نظریہ سے انحراف ہے

اگر ہم اپنا قبلہ درست کرلیں تو اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں

حافظ عاکف سعید

ڈرون حملوں کی بارش اور پاکستان کی زمینی اور فضائی حدود کی خلاف ورزی پر معذرت خواہانہ رویہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ بہترین پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے آراستہ فوج رکھنے اور ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ساری قوم خصوصاً حکمرانوں پر دشمن کا خوف اس لیے طاری ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہمارا اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت سے تعلق تقریباً منقطع ہو چکا ہے۔ ذاتی مفادات کے تحفظ اور دنیا میں آگے سے آگے بڑھنے کی خواہش نے حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں فرق کو ختم کر دیا ہے۔ ہماری یہ خوش قسمتی تھی کہ اگر ہم پاکستان کی تعمیر اس کی نظریاتی بنیادوں پر کرتے تو آخرت میں سرخرو ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان مضبوط اور مستحکم ہوتا جس سے ہم دنیاوی ثمرات بھی سمیٹ سکتے تھے لیکن ہم نے اپنی اس خوش قسمتی کو بدقسمتی میں بدل لیا لہٰذا دنیا اور آخرت میں ہمیں خسارے کا سامنا ہے۔ اسی وجہ سے داخلی سطح پر بھی انتشار پیدا ہوا جو ہمارے ضعف اور کمزوری کا باعث بنا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابھی پانی سر سے نہیں گزرا، وقت ہے اگر ہم اپنا قبلہ درست کر لیں اللہ کے دین اور سنت رسول کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں تو اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا فرض یہ صدا لگانا ہے لیکن قوم اگر اس طرف توجہ نہیں دیتی اور رجوع کرنے کا فیصلہ نہیں کرتی تو موجودہ ذلت و رسوائی سے نجات نہ پا سکے گی۔ اللہ ہمیں ہدایت دے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

والوں کو بھی کھلاؤ۔ یعنی قربان کے گوشت میں سے خود بھی کھاؤ اور جو پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، یعنی ہاتھ نہیں پھیلا رہے ہیں لیکن ان کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فاقے سے ہیں، جنھیں دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی، ان کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح انہیں بھی کھلاؤ جو آگے بڑھ کر بے تابی سے لینا چاہتے ہیں۔ یہ جو قانع کا لفظ آیا ہے، اس کے حوالے سے ہمیں چاہیے کہ جو بھی ہمارے قریبی ضرورت مند ہیں، انھیں قربانی کا گوشت پہنچایا جائے۔ ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اس طرح ہم نے ان کو تمہارے زیرِ فرمان کر دیا ہے، تاکہ تم شکر کرو۔''

اس کے بعد کی آیت میں روحِ قربانی کا ذکر ہے۔ فرمایا: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اللہ تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اس طرح اللہ نے ان کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تم کو ہدایت بخشی ہے اسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر) نیکوکاروں کو خوشخبری سنا دو۔'' قربانی کی روح یہ ہے کہ اس عمل میں للّٰہیت ہو، قربانی خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔ اس کا مقصد اللہ کو راضی کرنا، اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ مقصود دکھاوا نہ ہو، نہ کوئی اور غرض ہو، بلکہ اندر تقویٰ ہو۔ تب ہی اللہ کے ہاں قربانی قربانی ہوگی۔

آگے اِس رکوع کی آخری آیت ہے جس کا بظاہر تعلق قربانی سے نہیں ہے، لیکن حقیقتاً گہرا تعلق ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾ ''خدا تو مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے۔ بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا'' توحید کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کی کبریائی کا اعلان کرو، اس کی کبریائی کو نافذ کرو۔ آج پاکستان کی سرزمین پر تشریعی طور پر اللہ کی حاکمیت نہیں ہے۔ اس پر تو بہت لوگ متفق ہیں کہ دستور میں اسلام موجود ہے۔ لیکن سب کا اتفاق ہے کہ یہاں دین قائم اور شریعت نافذ نہیں ہے۔ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام ہی نافذ ہو۔ اسی کا غلبہ ہو۔ یہ زمین اللہ کی ہے۔ اس وقت اس پر شیطانی قوتیں قابض ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے سچے وفادار ہیں، ان کی وفاداری کا امتحان یہی ہے کہ باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کریں۔ آج ہم سے یہ تقاضا ہے کہ سب سے پہلے پاکستان میں اسلام کو نافذ کریں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر ہم یہ کام کریں گے تو ساری باطل قوتیں ہمارے خلاف ہو جائیں گی۔ لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے تسلی دی ہے کہ وہ راہِ حق میں جدوجہد کرنے والوں کا دفاع خود کرنے والا ہے۔ اُس نے واضح فرما دیا کہ مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اس کے دین کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تمہاری مدافعت فرمائے گا۔ راہِ حق میں جدوجہد، غلبۂ دین کے لئے جہاد یہ قربانی کا اصل حاصل ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ وفاداری کا اصل امتحان بھی ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا: بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ یہ ملک ہم نے اللہ کے دین کے لیے قائم ہوا تھا۔ جو لوگ یہاں سیکولر نظام کو قائم کرنے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں، وہ خائن، بددیانت اور ناشکرے ہیں۔ آج ہم مسلمانانِ پاکستان پر یہ آیت پورے طور پر صادق آ رہی ہے۔ اللہ نے ہمیں یہ سرزمین عطا کی تھی، جس میں ہر قسم کے وسائل موجود ہیں۔ لیکن ہم نے اللہ سے بے وفائی کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں معیشت میں جو تھوڑا بہت استحکام آ جاتا ہے تو اُس کی فوری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم قرضے لے لیتے ہیں۔ لیکن پھر ان قرضوں کے نتائج بھی بھگتتے ہیں۔ ہماری تمام تر پستی اور بدحالی کا سبب ہے کہ ہم نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی ہے۔ اِس روش کو ترک کرنے کی ضرورت ہے۔ بہرحال قربانی کی اصل روح اللہ کی کبریائی کا اعلان اور اسی کے نظام کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اہم اطلاع

ان شاء اللہ

ماہِ نومبر 2014ء سے امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

رفقاء کے تحریری سوالات کے جوابات دیا کریں گے

سوال و جواب پر مشتمل یہ

ماہانہ پروگرام

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جاسکے گا

☆ رفقائے تنظیم اس پروگرام کے لیے اپنے سوالات ہر ماہ کی **20 تاریخ** تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

(i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔

(ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

(iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

☆ سوالات اپنے مکمل نام اور مقامی تنظیم و حلقہ کے حوالہ کے ساتھ بھجوائے جائیں

☆ خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 042-35869501-3/042-35856304

......براہیمؑ سا ایماں پیدا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

عیدالاضحیٰ پر بکروں، دنبوں کے ساتھ پاکستانیوں کی قربانی بھی جاری رہی۔ حکمران، سیاستدان کرسی کرسی کھیل رہے ہیں۔ ایک طرف سیالکوٹ اور لائن آف کنٹرول پر بھارت گولہ باری کرتا رہا۔ 14 شہری شہید، پچاس سے زائد زخمی، 64 دیہات خالی، درجنوں مکانات تباہ، سینکڑوں مویشی ہلاک ہو گئے۔ ہزاروں افراد نقل مکانی کر گئے۔ پہلے بھارت نے سیلابی دہشت گردی کی جس کے نتائج عام تباہی کی صورت پنجاب سندھ نے برداشت کیے۔ سیلاب سے بے گھر افراد، گولہ باری سے بے گھر افراد۔ دوسری جانب امریکی جنگ کے ہاتھوں شمالی وزیرستان نے جبری بے گھری اور تباہی دیکھی۔ اسلام آباد ناچتا گاتا، جی بہلاتا رہا۔ عید الاضحیٰ پر 4 دن میں پانچ ڈرون حملے امریکا نے وزیرستان پر کیے۔ فوجی جوان عید منانے چلے گئے امریکا نے ٹیک اوور کر لیا۔ 23 افراد کی شہادتیں ہوئیں۔ یہاں یہ آسانی ہے کہ جو بھی جاں بحق ہو وہ دہشت گرد ہوتا ہے۔ خواہ مرد، عورتیں، بچے ہوں یا گائے بھینس بکری۔ اس سرزمین کے جانور، فصلیں، بازار، ہسپتال سب دہشت گردی کا لیبل لگائے ہوئے ہیں۔ 350 سے زائد ڈرون حملوں کی لائیو کوریج چاق چوبند میڈیا نے ایک مرتبہ بھی نہیں دی۔ وہاں روتے خاندانوں، ٹوٹے گھروں، بازاروں، تباہ شدہ ہسپتالوں کو کبھی پاکستانیوں نے آنکھ بھر نہیں دیکھا! بیوہ عورتوں، یتیم بچوں کے انٹرویو نہیں لیے گئے۔

امریکا نے اپنے فرمائشی پروگرام کے تحت ہونے والے اس آپریشن کا انگریزی نام رکھنا چاہا تھا لیکن ہم نے اسے تقدس دینے کو تلوار نبوی ﷺ کا انتخاب کیا۔ وزیرستان میں امریکا اور پاکستان کا دشمن ایک ہے۔ ضرب کبھی ہمارے مومنانہ ہاتھوں سے لگتی ہے کبھی ڈرون کے کروسیڈی، صلیبی میزائل کے ذریعے! امریکی سفیر کہتا ہے، ڈرون حملے امریکا کے تحفظ کے لیے کر رہے ہیں۔ یعنی اِدھر ہم بھی آپریشن امریکا کے تحفظ کے لیے کر رہے ہیں؟ حملہ خواہ ڈرون میزائل سے ہو یا امریکا کے خصوصی عنایت کردہ وزیرستان کو نشانہ بنانے کے لیے نقشوں سے لیس ہمارے F-16 کے ذریعے ہو۔ مقصد امریکی سفیر نے بتا دیا۔ امریکا کا تحفظ۔ نبی ﷺ سے نسبت رکھنے والی تلوار امریکا کے تحفظ کے لیے معرکہ زن......؟ اسی لیے وزارت خارجہ نے ڈرون حملوں پر تبصرہ کرنے سے (بھی) انکار کر دیا۔ بلکہ اسحاق ڈار نے تو واشنگٹن میں فرمایا کہ امریکی ڈرون حملے فاٹا نہیں افغانستان میں ہوئے، یعنی فاٹا کو افغانستان بنا دیا! وزیراعظم نے بھارتی جارحیت (14 شہری لقمہ بنے) کے خلاف تو سکیورٹی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا......لیکن ڈرون حملے (23 شہری لقمہ بنے) کا دور دور کوئی تذکرہ نہ تھا! اُدھر قبائلی ملکان کے جرگے نے سراپا احتجاج بنے کہا...... جتنا ظلم فاٹا میں ہوا اتنا تو کشمیر اور فلسطین میں بھی نہیں ہوا۔

میڈیا اور عوام کی مجرمانہ خاموشی اور بے حسی، امریکا دوستی میں آپریشنوں کی طویل داستان کسی دن فاٹا سے آتش فشاں بن کر نہ پھٹ پڑے۔ فاٹا کے تحفظ کے نام پر ووٹ لینے والا خان انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر ملک بھر میں کرسی کرسی کرتا پھر رہا ہے۔ حکومت عیدی ملنے پر خوش ہے کہ فاٹا اجاڑنے کی قیمت امریکا نے ادا کر دی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امریکا نے افواج پاکستان کی افغانستان سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات سے عسکریت پسندوں کا صفایا کرنے کی خدمات پر ادائیگی کر دی ہے۔ 371 ملین ڈالر کی پہلی قسط دے دی ہے۔ لہٰذا وزارت خارجہ امریکا کے تحفظ کی جنگ کے پیسے وصول کر کے ڈرون حملوں پر تبصرہ کس منہ سے کرے؟ یہ تفاصیل خود شاہد ہیں کہ قبائلی امریکا کے لیے خطرہ تھے۔ ہم نے تو وصولیابیوں کی خاطر انہیں مار مار کر زبردستی اپنا دشمن بنایا ہے! پاکستان نے خود انہیں امریکا کی خاطر دعوت مبارزت دے رکھی ہے، سو نتائج ہمیں ہی بھگتنے پڑتے ہیں۔

امریکا کو دنیا بھر میں مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ شام عراق میں اپنے تحفظ کی جنگ میں سعودی عرب، امارات، قطر اور اردن کو ساتھ ملا کر لڑ رہا ہے۔ اسے یمن سے بھی خدشہ ہے، مصر سے بھی۔ سات سمندر پرے بیٹھے کو ہر داڑھی، قرآن، پردے والوں سے خدشہ ہے۔ خدشوں کی خارش میں مبتلا پوری دنیا میں بلبلاتا جنگی جہاز اڑاتا، دندناتا پھر رہا ہے۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ہم اس جنگی مجرم (ایمنسٹی انٹرنیشنل رپورٹ بسلسلہ ڈرونز) کے فرنٹ لائن اتحادی ہیں۔

افغانستان میں انتخابات کے 5 ماہ بعد جیسے تیسے امریکی پرچم کے سائے میں بالآخر حکومت بن گئی۔ جو جیتا وہ صدر بن گیا۔ جو ہارا وہ بھی وزیراعظم / چیف ایگزیکٹو بن گیا! ایسا صرف امریکی جمہوری دست شفقت گزیدہ دستور تلے ممکن ہے! اس مضحکہ خیز جمہوریت کی بحالی پر جان کیری پھولے نہ سماتے ہوئے اسے تدبر کی فتح قرار دے رہے ہیں! ایسا ہی تدبر اب وہ پاکستان میں بروئے کار لانے کو تڑپے پڑ رہے ہیں۔ اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ جیسے دو مدبرین ہمارے ہاں بھی چھوڑ رکھے ہیں۔ کرسیٔ اقتدار پر مل بیٹھنے کو عمران خان اور قادری کس درجہ بے قرار ہیں، اس کا عملی مظاہرہ عید پر ہوا۔ بے تاب شراکت میں نماز عید پر تکبیرات اور خطبے سے پہلے ہی عمران خان امام صاحب (کرسی نشین قادری) سے بغل گیر ہو گئے۔ عمران خان امپائر کی انگلی کی بجائے اب فرما رہے ہیں کہ غیب سے مدد آنے والی ہے۔ یہ غیبی مدد صورت کیری آئے گی یا براستہ لندن، کینیڈا۔ ابھی اس کا تعین نہیں ہو سکا۔ تاہم اللہ پاکستان کو مذکورہ تدبر کی فتح سے بچائے! مسلم دنیا کی کم نصیبیوں کی ساری داستانیں انہی مدبرین کے ہاتھوں لکھی گئی ہیں۔ نام مختلف ہیں کردار ایک ہیں۔ کروسیڈی (عیسائی یہودی) قوتوں کے آلۂ کار۔ تیونس کے زین العابدین سے لے کر نو وارد اشرف غنی، عبداللہ عبداللہ تک اور انہی جیسے پاکستانی سیاست کار السیسی کی طرح کے باوردی ہوں یا بے وردی۔

ایسے ہی گھپ اندھیروں میں رومؔی ہماری بے قراریوں کو زبان دیتے ہوئے کہتے ہیں میرا دل (باقی صفحہ 16 پر)

داعش اور اُس کا اعلان خلافت

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ
(II)

مہمانانِ گرامی: پروفیسر غالب عطاء
مرزا ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: محبوب الحق عاجز

سوال: اہل سنت والجماعت کی تعلیمات کے مطابق قبروں کا احترام خواہ وہ اولیاء اللہ یا آئمہ کرام کی ہوں یا انبیاء کرام علیہم السلام کی، ہر مسلمان پر لازم ہے۔ داعش کے زیر قبضہ جتنے بھی علاقے ہیں وہاں قبروں، مزارات اور مساجد کو مسمار کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ رویہ اسلامی تعلیمات سے کوئی مطابقت رکھتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ اس معاملے کو تھوڑا سا تاریخی پس منظر میں دیکھیں، 1933ء میں جب آل سعود اور شیخ عبدالوہابؒ کے پیروکاروں کی حکومت آئی تھی، اس وقت سعودی عرب میں بھی یہی کچھ ہوا تھا۔ داعش کے لوگوں کی اکثریت انہی عقائد کے حامل ہیں جن عقائد کے حامل وہ لوگ تھے۔ لہٰذا یہ غلط ہونے کے باوجود قابل فہم ہے۔

سوال: داعش عراق میں سنی علاقے پر قابض ہے۔ پھر بھی یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: عراق کے عوام سنی ہیں اور وہ اہل تشیع کے مقابلے میں داعش کی حمایت کر رہے ہیں۔ لیکن داعش کی اکثریت بنیادی طور پر سلفی ہے، اور سلفی اُسی فکر اور عقیدے کے حامل ہیں جو شیخ عبدالوہابؒ نجدی کا تھا۔

سوال: انبیاء کے مزارات کو مسمار کر دینا کہاں کا اسلام ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ فلاں مزار کسی نبی کا ہے؟ یونس علیہ السلام سے جو روضہ منسوب تھا ایک خیال یہ ہے کہ وہ غلط طور پر منسوب تھا، وہ مزار حضرت یونسؑ کا نہیں تھا۔ دراصل سلفی یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بزرگ کی قبر پختہ ہے ہی نہیں۔ اس لئے کہ اِس طرح کے جو پختہ مزارات تھے وہ تو پہلے ہی گرا دیئے گئے تھے۔

سوال: داعش کے کارکنان مساجد کیوں گرا رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں اُن کے اِس طرح کے اقدامات کی حمایت نہیں کر رہا ہوں۔ عین ممکن ہے کہ کسی ایک مسجد کے گرانے کا واقعہ پیش آیا ہو، جسے مغربی میڈیا نے پروپیگنڈے کا ذریعہ بنا لیا ہو۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انہوں نے دوسرے تمام مسالک کی مساجد گرا دی ہیں تو یہ محض الزام معلوم ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میڈیا کے ذریعے ایک بات کو کس طرح غلط انداز سے پھیلایا جاتا اور پروپیگنڈے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ایک ہی سین کو دس دفعہ دکھایا جا سکتا ہے۔ یہ میڈیا کے ”کمالات“ ہیں جن کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ داعش نے جو مسجد یا مسجدیں گرائیں، اُس کی تاویل کی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ عہد نبویؐ میں مسجد ضرار بھی تو گرائی گئی تھی۔ رہی قبروں کی مسماری کی کارروائیاں جو انہوں نے سلفی فکر کے زیر اثر کی ہیں، تو یہ کام پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ اُن کا استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق کوئی قبر پختہ نہیں ہونی چاہیے۔ لہٰذا کوئی بھی پختہ قبر باقی نہیں رہنی چاہیے۔ ظاہر ہے، جہاں داعش والوں کی حکومت ہوگی، وہاں وہ اپنا نظام چلائیں گے۔ جہاں دوسرے عقیدے والوں کا قبضہ ہوگا وہ وہاں اپنا نظام چلائیں گے۔ لہٰذا اس معاملے میں ہم کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

غالب عطاء: میں بیگ صاحب کے جواب میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے آپ کے سوال کے دو حصے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک حصہ تو اس بات سے متعلق ہے کہ اگر تو یہ خلافت ہے تو کیا اسلامی خلافت کے لئے ایسے اقدامات جائز ہیں۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ ایسے معاملات میں جن میں شبہ موجود ہو اور کوئی ایک حتمی رائے نہ ہو، خلیفۃ المسلمین یہ اختیار رکھتا ہے کہ اجتہاد کرے۔ تاریخ میں آپ کو ایسے کئی اجتہادات ملیں گے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں بھی ہمیں ایسے کئی معاملات ملتے ہیں، جن میں خلیفہ نے اجتہاد سے فیصلہ کیا ہو۔ آج بھی خلیفہ یہ حکم دے سکتا ہے کہ ایسے مقبرے نہ بنائے جائیں جن کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے یا جن کے اردگرد خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جائے یا سمجھا جائے کہ صاحب قبر ہمیں دنیا کے معاملات میں نقصانات سے بچا سکتا اور فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ داعش نے اپنے زیر قبضہ علاقوں میں ایسے ہی بعض مقبروں اور مزارات کو گرایا ہے۔ ایسی جگہ کو لوگوں نے شرک کا گڑھ بنا لیا تھا۔ اس کی تفصیل عربی زبان میں انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عراق میں جو جہاد ہو رہا ہے اُس میں مختلف مکاتب فکر کے لوگ شریک ہیں۔ موصل میں نقشبندیوں کا قبضہ ہے۔ وہ علیحدہ سے اپنے جھنڈے کے تحت لڑ رہے ہیں۔ اُن کے اندر بعث پارٹی کے لوگ موجود ہیں جو صدام حسین کے پیروکار ہیں۔ وہ اپنے جھنڈے کے تحت لڑتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں۔ ان کا آپس میں ایک تعلق ہے۔ یوں موصل کا پورا علاقہ اہل سنت والجماعت کے پاس ہے۔ جبکہ خلافت کی جو آفاقی Adoptions ہیں اس کے حوالے سے انہوں نے بھی سلفی سکول آف تھاٹ کی آراء کو اپنا یا ہوا ہے۔ تو یہ معاملہ بھی گڈمڈ ہے۔ اس کی تفصیل بھی انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ دیکھا جائے تو داعش خلافت کی بجائے ایک اتحاد لگتی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ مرنے والے بھی مسلمان ہیں اور مارنے کے لئے ذرائع اور وسائل بھی مسلمان ہی مہیا کر رہے ہیں۔ سرمایہ بھی عرب مسلمانوں کا خرچ ہو رہا ہے۔ دونوں طرف مسلمان مر رہے ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ داعش کے خلاف اتحاد میں 54 ممالک شامل ہے۔ جن میں امریکا و یورپ کے علاوہ تمام عرب ممالک بھی شامل ہیں۔ گویا غیر مسلم مسلمانوں ہی کی افرادی قوت اور ان کے سرمایہ و وسائل سے مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔

غالب عطاء: عرب ممالک سے یہ تو نہ ہوا کہ جب پچھلے دنوں اسرائیل غزہ پر حملہ کر رہا تھا، تو سب مل کر اُس کے خلاف لڑتے۔ اپنی ساری فورسز کو صیہونی ریاست کے خلاف استعمال کرتے۔ لیکن اب امریکا کی چھتری تلے آپس میں لڑنے بھڑنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اگر یہ اسرائیل کے خلاف لڑتے تو داعش کہاں چھپتی۔ وہ بھی اسرائیل کے خلاف جنگ کرتی۔ تو پورا منظر تبدیل ہوتا نظر

آ تا۔ عرب حکمرانوں نے مسلمانوں کو مارنے کی جو رسم ڈال دی ہے وہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا یہ روزِ محشر کی باز پرس سے نچنت ہوگئے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اسرائیل کی اسٹریٹجی یہ سامنے آئی ہے کہ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ گروپ پیدا کیے جائیں اور انہیں ایک دوسرے سے لڑا دیا جائے۔ قطع نظر اس سے کہ عراق میں کون درست ہے اور کون غلط؟ کون حق پر ہے اور کون باطل پر، ہمیں کم از کم اس بات پر تو اتفاق کر لینا چاہیے کہ ہم ایک امت واحدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ داعش کے معاملے میں ایران اور سعودی عرب بھی جو ایک دوسرے کے پرانے دشمن ہیں ایک ہو گئے ہیں۔ میں داعش کے متنازعہ اقدامات کی حمایت نہیں کر رہا۔ لیکن یہ بات کیونکر درست مانی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کی ریاستی طاقت مسلمانوں ہی کے خلاف استعمال ہو۔ سعودی عرب اور ایران جیسے کٹر مخالف ممالک اُن کے خلاف اکٹھے ہو جائیں۔ آج امت کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ امت کے وسائل امت ہی کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں۔ اِسی وجہ سے ہم پستی اور زوال و انحطاط کا شکار ہیں۔

سوال: تازہ ترین اطلاعات کے مطابق داعش نے اپنی سرگرمیوں کا دائرہ پاکستان اور افغانستان تک بڑھا دیا ہے۔ اس حوالے سے آپ کے پاس کیا معلومات ہیں؟

غالب عطاء: اگر دیکھا جائے تو داعش کا بہت پرانا تعلق افغانستان سے رہا ہے۔ ابو مصعب الزرقاوی افغانستان ہی سے نکل کر عراق گئے تھے۔ تب ابوبکر البغدادی بھی کابل کے ایک پوش علاقے میں رہائش پذیر تھے۔ پاکستان کے ساتھ ان لوگوں کا تعلق روس کے خلاف افغان جہاد کے حوالے سے ہے۔ 1979ء سے جب روس افغانستان پر حملہ آور ہوا تب یہ پاکستان ہی تھا، جس نے جہادی نیٹ ورک تیار کیا۔ ہماری ایجنسیاں اِس کام میں شامل تھیں۔ اسی لیے تو اوجڑی کیمپ کا سانحہ پیش آیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اُس زمانے میں بہت بڑی مقدار میں اسلحہ امریکا سے یہاں آتا تھا اور پھر اسے آگے افغانستان پہنچا دیا جاتا تھا۔ اسلام آباد سے لے کر لنڈی کوتل تک جتنے مدارس تھے اُن میں خطیر رقوم تقسیم کی جاتی تھی اور جہاد کا ماحول بنایا جاتا تھا۔ مجاہدین کو تربیت دے کر افغانستان بھیجا جاتا تھا۔ امریکا تب یہ سب کچھ اپنے فائدے کے لئے کر رہا تھا۔ اسی کے ذریعے جہاد کی فضا پیدا ہوئی اور روس کو شکست ہوئی۔ اُس وقت امریکا جہاد کا پر جوش حامی تھا۔ مگر نائن الیون کے بعد جب وہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تو یہی جہاد دہشت گردی قرار پایا۔ امریکا نے یوٹرن لیا تو پاکستان نے بھی اُس کے کہنے پر اپنی پالیسی یکسر تبدیل کر دی۔ چنانچہ کل تک جن کو ہم افغان مجاہدین کہتے اور جہاد کی ٹریننگ دیتے تھے، نئے حالات میں انہیں دہشت گرد کہنا شروع کر دیا، جس سے ملک میں باہمی لڑائیاں شروع ہوگئیں اور عسکری کارروائیاں ہونے لگیں۔ بھارت اور امریکا بھی اِس معاملے میں سازشیں کرنے لگے۔ جہاد اور افغان پالیسی پر یوٹرن کے نتیجے میں پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں۔ عموماً اِس طرح کی پالیسیوں کے نتیجے میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ بہر کیف جب یہ صورتحال ہو تو کسی اور جگہ خلافت کا اعلان ہو جائے تو اُس کی طرف میلان فطری ہے۔ جیسے جہاد حکم شرعی ہے خلافت بھی حکم شرعی ہے بلکہ فرض عین ہے۔ خلافت ہی کے تحت جہاد ہوتا ہے اور تمام احکام شرعی نافذ ہوتے ہیں۔ خلافت کا قیام دینی فریضہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ اُس کے گلے میں خلیفہ کی بیعت کا طوق نہ تھا، اُس کی موت جاہلیت پر ہوئی۔ لہٰذا امت پر یہ بات فرض ہے کہ وہ خلافت قائم کرے۔ ورنہ وہ ادائے فرض میں کوتاہی کی مرتکب ہوگی۔ اگر زمین کے کسی خطہ میں کمزور سے کمزور خلافت کا بھی اعلان ہو جائے تو بحیثیت مجموعی امت کو کم از کم اس بات کا احساس تو کرنا چاہیے کہ خلافت کا اعلان کرنے والوں نے انہیں حکم شرعی کی طرف بلایا ہے۔ آج امت اِس کے برعکس رویہ اپنائے ہوئے ہے؟ بجائے اس کے اسلام کی فضا میں سانس لینے کے بارے میں سوچے، وہ اسلامی نظام کا راستہ روکنے پر کمربستہ ہے۔ مسلمان حکمران ہی شریعت کی راہ روک رہے ہیں۔ اسلام کا نظام حکومت تو خلافت ہوتا ہے۔ امت کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے حاکموں کا احتساب کرے۔ اگر کوئی خلیفہ اچھا نہیں ہے تو اچھا خلیفہ لانے کی کوشش کرے۔ اگر وہ ظلم کا نظام نافذ کرے تو اسے عدل کی طرف لائے، اس کا احتساب کرے۔ آج جب یہ بات کہی جاتی ہے کہ داعش شاید افغانستان اور پاکستان میں وہ اپنا نیٹ ورک قائم کر رہی ہے۔ بعض مقامات پر لٹریچر تقسیم کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ مبینہ طور پر اس طرح کا لٹریچر پشاور میں تقسیم ہوا ہے۔ گوجرانوالہ میں 26 کے قریب لوگوں نے داعش کی بیعت کی۔ تو ایسے میں مسلمانوں کی ایجنسیوں اور حکومتوں کا کام یہ ہے کہ وہ داعش کے بارے میں تحقیق کریں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے خلافت کے قیام کے بارے میں خبریں دے رکھی ہیں۔ اللہ کی طرف سے اس بارے میں احکامات آئے ہیں۔ قیامت آنے سے پہلے خلافت کا قیام یقینی ہے۔ یہ مراحل تو آنے ہیں۔ نہ جانے ہمارے حکمران اور ہماری ایجنسیاں کیا سوچ رہی ہیں۔ داعش کے ذریعے اتنی بڑی چیز ہو رہی ہے، مگر یہ اس بارے میں معلومات جمع کر کے امت تک پہنچانے کے روادار نہیں ہیں۔ تاکہ امت یہ فیصلہ کر سکے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟

ایوب بیگ مرزا: 1924ء تک خلافت کا ڈھانچہ کمزور ہی سہی، مگر قائم تھا۔ وہ ڈھانچہ اگر قائم رہا ہوتا تب تو ترتیب وہی ہوتی جو کہ غالب عطا صاحب بتا رہے ہیں۔ یعنی اگر خلیفہ فاسق اور ظالم ہے تو اسے بدل دیا جاتا۔ لیکن اس وقت صورت حال اس سے یکسر مختلف ہے۔ دنیا میں کہیں بھی باقاعدہ نظام خلافت قائم نہیں ہے۔ خلافت کا ادارہ ہی قائم نہ ہو تو ہمارا خواب یہ ہونا چاہیے کہ ہم اس ادارے کو قائم کریں۔ یہ ہماری زندگی کا مقصد اور مشن ہونا چاہیے کہ وہ ادارہ دوبارہ قائم ہو۔ لیکن اس دوران اگر کسی جانب سے اس طرح کا اعلان خلافت ہوتا ہے، جیسا کہ بغدادی صاحب نے کیا، تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا وہ خلافت خلافت کی شرائط پر پورا اترتی ہے یا نہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ادارہ خلافت ہی سے روگردانی کریں۔ ہمیں بہرحال اِسے صحیح طریق کار کے ساتھ قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اِس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ادارہ خلافت کو از سرِ نو قائم کیا جائے۔ بغدادی کے متعلق جید علماء کا کہنا ہے کہ یہ شخص خلافت کی بنیادی شرائط پوری نہیں کر رہا۔ اس حوالے سے باقاعدہ فتاوے جاری ہو چکے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جید علماء کرام نے قیام خلافت کی جو شرائط رکھی ہیں، داعش کو انہیں پورا کرنا ہوگا۔ تب ہی اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

غالب عطاء: داعش پچھلے کئی سالوں سے عراق اور شام میں آپریشن کر رہی ہے۔ لیکن امریکا اور یورپ نے اِس سے تعرض نہ کیا۔ لیکن اب جبکہ انہوں نے یکم رمضان کو خلافت کا اعلان کیا تو وہ اِس پر چونک اُٹھے ہیں۔ ان لوگوں کو اسلام بحیثیت مذہب تو گوارا ہے لیکن بحیثیت نظام ہرگز قبول نہیں۔ جہاں تک ابو بکر البغدادی کے اعلان

خلافت کے تناظر میں خلیفہ کی شرائط کا سوال ہے تو اہم بات یہ ہے کہ خلیفہ مسلمان مرد ہو، آزاد ہو، عاقل و بالغ اور عادل ہو۔ یہ وہ چھ شرائط ہیں جن پر کسی بھی حکمران کو پورا اترنا ضروری ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک اضافی شرائط بھی ہیں جیسے وہ قریشی ہو۔ اگر دو افراد ہوں تو اس میں قریشی ہونا افضل ہیں۔ اگر قریشی نہ ہو تو کسی کو بھی چنا جا سکتا ہے۔ خلیفہ عادل ہو یعنی حکم شرعی کے مطابق فیصلہ کرے۔ ضروری نہیں کہ وہ مجتہد بھی ہو، ہاں اُس کے ساتھ کم از کم ایک مجتہد کا ہونا ضروری ہے، تاکہ اگر وہ کسی معاملے میں غلطی کرے تو مجتہد اللہ کا حکم بیان کر دے۔ یہ تو خلیفہ کی شرائط ہیں۔ خلافت کے شرائط میں یہ ہے کہ خلیفہ داخلی طور پر اسلام کو نافذ کرے اور خارجی طور پر وہ اسلام کے پیغام کو مسلسل پھیلا رہا ہو۔ اور جس جگہ اس نے خلافت قائم کی ہو اس علاقے کی امان مسلمانوں کے پاس ہو۔ اُن کا انحصار کفار کی فوج پر نہ ہو۔

ایوب بیگ مرزا: اعلان خلافت کے بعد داعش دنیا بھر کے مجاہدین کے لئے جو قیام خلافت کی خواہش رکھتے ہیں ایک دم باعث کشش بنی ہے۔ اس اعلان سے پہلے وہ مقامی جہادی گروہ تھا، مگر اعلان خلافت کے بعد دنیا بھر کے مجاہدین اُس کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ معاملہ پر ابھی شکوک وشبہات کی گرد پڑی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اعلان امریکا کے ذریعے ہوا ہو، تاکہ دنیا بھر سے مجاہدین عراق و شام چلے آئیں۔ عملاً ایسا ہی ہو رہا ہے۔ جونہی داعش کی جانب سے خلافت کا اعلان ہوا، تو شرق و غرب سے احیائے اسلام کا جذبہ رکھنے والے لوگوں نے عراق جانا شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ بات ابھی تک واضح نہیں ہے کہ یہ معاملہ کس حد تک خالص ہے، اور کس حد تک اس میں باطل شرانگیزی کر رہا ہے۔

سوال: علماء کرام اور دینی جماعتیں داعش کے حوالے سے واضح رہنمائی کیوں نہیں کر رہیں؟

غالب عطاء: داعش کا اعلان خلافت اسلامی جماعتوں کے لئے ایک سرپرائز ہے۔ اس نے انہیں آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ موجودہ صورتحال اُن کے لئے ایک ایسی گوگلی ہے، جس کو وہ کھیلنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کریں۔

سوال: کیا خلافت کا حکم شرعی ہونا علماء کرام کے سامنے نہیں ہے؟

غالب: دراصل وہ ایک جمہوری نظام میں رہ رہے ہیں، جہاں ایک آئین و دستور ہے۔ اس دستور کے تحت ایک حکومتی اور عدالتی نظام چل رہا ہے۔ سیکولر جمہوری نظام میں جب آپ خلافت کی بات کرتے ہیں تو یہ بات براہ راست جمہوری نظریات اور نظام حکومت سے ٹکراتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ عراق میں داعش کی خلافت آ گئی ہے، لہٰذا ہم وہاں جا کر بیعت کریں، موجودہ حالات میں ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ اسلام کا اصل نظام خلافت ہے، عوامی حاکمیت پر مبنی جمہوریت کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، تاہم ہمارے بہت سے علماء کرام نے جمہوریت کے ساتھ سمجھوتا کر رکھا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین کی بیعت لوگوں نے دل سے کرنی ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ زبردستی سر پر بندوق لے کے کھڑا ہو جائے کہ میری بیعت کرو۔ اسلام میں جبری بیعت کا نظام نہیں ہے۔ جس نے بھی اسلامی نظام حکومت میں آنا ہے اس نے دل سے بیعت کرنی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ جمہوری نظام کے تحت ووٹ ڈالنا اور بیعت کرنا دونوں ایک ہی چیز ہے، تو انہیں اِس Stance سے پیچھے جانا ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ انہیں پیچھے چلے جانا چاہیے اور اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور خلافت کی بات کرنا چاہیے، قطع نظر اس سے کہ داعش کا نظام فی الواقع خلافت ہے یا نہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے عام لوگوں کو جب اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ کہیں خلافت کی بات ہو رہی ہے، تو ان کے قلبی جذبات میں گرمی، اور آنکھوں میں چمک آ جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ خلافت ہے تو پھر ہمیں اس کی بیعت کرنی ہوگی۔ لیکن فی الحال یہ سب کچھ کنفیوژڈ معاملہ ہے۔

سوال: یہ بتائیے کہ عراق ہو یا شام یا دنیا کا کوئی اور ملک ہو۔ کیا کسی جگہ بندوق کے زور پر اسلامی نظام کا نفاذ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائز ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ابھی غالب عطاء صاحب جو بات کر رہے تھے اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط اور غور و خوض کی ضرورت ہے۔ اگرچہ خلافت کی شرعی حیثیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس میں دو رائے سرے سے ہیں ہی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھیں کہ اسلامی تعلیمات میں انسانی جان کی حرمت میں کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے، اور اس حوالے سے خلافت کے دعویدار بغدادی کا طرز عمل کیا ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ ایک مسلمان کی جان کی حرمت کعبہ کی حرمت سے بھی بڑھ کر ہے۔ داعش کے جو معاملات ہمارے سامنے آ رہے ہیں، اُن کی بنا پر مجھے اُن کے دعویٔ خلافت کو تسلیم کرنے میں بہت ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔ داعش کا اعلان خلافت تب مانا جائے گا جب علماء کرام بتائیں گے کہ داعش نے خلافت کی بنیادی شرائط پوری کر دی ہیں۔ رہا معاملہ ادارۂ خلافت اور نظام خلافت تو وہ ہمارے سر کا تاج ہے۔ وہ تو ہمارا خواب ہے۔ اسی کے لئے تو ہم جدوجہد کر رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی نظام خلافت قائم کرنا چاہتی ہے۔ لیکن کسی ایسے طریقے سے نہیں جو مسلمانوں میں انتشار کا باعث بنے، اور ان میں مزید قتل و غارت ہو۔ میں اس بات کا اعادہ کرنا چاہوں گا کہ اگر تو ادارہ خلافت قائم ہے، مگر ایک خلیفہ ظلم و ستم کر رہا ہے، تو بات خلیفہ کے بدلنے کی ہوگی۔ لیکن اگر ادارۂ خلافت ہی نہیں ہے، تو پھر ہمیں اس کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے سوچ بچار کرنا پڑے گی۔ ہمیں مشترکہ طور پر کسی نتیجے پر پہنچنا پڑے گا۔ ظاہر بات ہے کہ 100 فیصد اتفاق تو کسی بات پر نہیں ہوتا۔ لیکن ایک اجماع بہرحال ہو جاتا ہے۔ جہاں تک بات بندوق کے زور پر اسلام کی ہے تو میں یوں کہوں گا کہ بندوق کے زور پر اسلام ہے بھی اور نہیں بھی۔ دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں۔ اگر کسی جگہ خلافت قائم ہو تو ہر اُس شخص سے جس نے اسلام کو قبول کیا ہو اسلامی احکام بزور طاقت منوائے جائیں گے۔ البتہ اگر کوئی شخص مسلمان نہیں ہے تو اُسے بندوق کے زور پر مسلمان نہیں کیا جا سکتا۔

ضرورت رشتہ

☆ 26 سالہ برسرروزگار نوجوان، تعلیم ایم فل Mass Communication کے لئے مذہبی رجحانات کی حامل خوب سیرت وخوبصورت دوشیزہ کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور اور گردونواح میں رہائش پذیر فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔ جہیز اور دوسری ہندوانہ رسومات سے مکمل اجتناب کیا جائے گا۔

برائے رابطہ (خواتین): 0323-4123326

برائے رابطہ: 042-37421012 0321-4893436

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے عمر 27 سال، تعلیم ایم بی آئی ٹی، رفیق تنظیم برسرروزگار، کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4235913

اہل کوفہ کی متلون مزاجی

تاریخ کے آئینے میں

حافظ محبوب احمد خان

عربی لفظ کوفہ کے عام معنی ہیں ''ریت کا گول ٹیلا''۔

اس شہر کی بنیاد 17 ہجری میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کے حکم پر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے رکھی۔ اس کے قرب و جوار کے علاقے کی اہم پیداوار کھجور' نیشکر اور کپاس تھی۔ جوں جوں عرب مشرق کی جانب بڑھتے گئے کوفے کی اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ عرب سپاہیوں کے علاوہ سوداگروں' کاریگروں اور دوسرے مزدوروں کے خاندان جو بیشتر ایرانی النسل تھے' یہاں بڑی تعداد میں آباد ہو گئے۔ کوفے کے باشندے کچھ تو مختلف عرب قبائل کے افراد تھے' خصوصاً جنوبی عرب کے بدوی اور کچھ ایرانی عناصر تھے۔ ان کی عسکری قابلیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں کوفیوں کو اپنی بہترین ذہنی صلاحیتوں اور ان کارناموں کے باعث جو انہوں نے علوم اسلامی کے میدان میں سرانجام دیئے خاص امتیاز حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ ہی کردار کے اعتبار سے وہ متلون مزاج اور ناقابل اعتبار تھے۔ یہی چیز آگے چل کر سیاسی زندگی کے لیے انتہائی مہلک ثابت ہوئی اور بڑی حد تک ان خانہ جنگیوں کا سبب بنی جو خلافت کے ارتقا میں سدراہ بنیں۔

کوفیوں کا خلیفہ دوم وسوم سے طرزِ عمل

خود سیدنا عمر ؓ جن کے حکم پر یہ شہر وجود میں آیا تھا' کوفیوں کی سرکشی سے ناخوش تھے۔ یہ لوگ کبھی مطمئن نہیں ہوتے تھے اور خلیفہ کے مقرر کردہ عامل کی ہمیشہ کوئی نہ کوئی شکایت کرتے رہتے تھے۔ جب بھی خلیفہ دومؓ ان کی خواہشات کی پذیرائی کرتے' ان کے مطالبات زیادہ ناقابل برداشت ہو جاتے' حتیٰ کہ اپنے عہد خلافت کے آخری چھ سالوں میں انہیں تین بار کوفہ کے عامل بدلنا پڑے۔ حضرت عثمان ؓ کی مخالفت میں جو سازش خفیہ طور مدت سے ہو رہی تھی' جب 34 ہجری میں آشکار ہوئی تو سب سے پہلے کوفیوں ہی نے حضرت علی ؓ کی بیعت کا اعلان کیا۔

خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور کوفی

36 ہجری میں جنگ جمل ہوئی جس کے بعد حضرت علی ؓ کوفہ چلے گئے تو یوں معلوم ہونے لگا کہ یہی شہر اب دارالخلافہ بن جائے گا' لیکن جب صفین کے میدان میں حضرت علی اور حضرت معاویہ ؓ کا مقابلہ ہوا تو عراقی شامیوں سے مات کھا گئے۔ حضرت علی ؓ کے ہاتھوں فتح ہوتے ہوتے رہ گئی' کیونکہ عین اس وقت جب آپ کی گرفت مضبوط تھی اور آپ نے تحکیم پر رضامندی کا اعلان فرما دیا تھا' خوارج آپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ حضرت علی ؓ نے نخیلہ کے مقام پر ایک خطبہ دیا' جس کی وجہ یہ بنی کہ امیر معاویہ ؓ کی فوج نے الانبار پر حملہ کر کے اس کے گورنر حسان بن حسان کو قتل کر دیا تھا۔ یہ خطبہ ایک تاریخی تقریر ہے جو ایک زخم خوردہ قائد کی زبان سے نکلی ہے۔ اس تقریر میں ایک طرف اپنی قوم پر عتاب ہے' دوسری طرف اپنے موقف کے صحیح ہونے کا یقین ہے۔ ادب و بلاغت کا یہ شاہکار علوی ادب کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کی بلندی کو کوئی بڑے سے بڑا ادیب اور بہتر سے بہتر مقرر نہیں پہنچ سکتا۔ مزید یہ کہ عراقیوں کی کجی اور بزدلی پر اس سے بہتر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا:

''امابعد! جہاد جنت کا ایک دروازہ ہے۔ جس نے اس در سے روگردانی کی اللہ نے اس کو رسوائی اور ذلت کا پیراہن پہنا دیا' نکبت اور ذلت اس کا مقدر بنی۔ میں نے تم کو اے لوگو! رات دن' علانیہ اور رازدارانہ طریقوں پر ہر طرح سے اُن لوگوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ اُن کے حملہ آور ہونے سے پہلے تم خود بڑھ کر ان پر حملہ کر دو اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' قاعدہ یہی ہے کہ جس قوم پر اس کے گھر پر چڑھائی کر کے حملہ کیا جاتا ہے وہی ہمیشہ رسوا ہوتی ہے۔ مگر تم نے پست ہمتی دکھائی اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے۔ میری بات تم پر گراں گزری اور اس کو پس پشت ڈال دیا...... حیرت بالائے حیرت ہے، ایسی حیرت جو دل کو مردہ اور عقل کو بے کار کر دے اور رنج وغم کو دوبالا کر دے کہ باطل پر یہ لوگ اس درجہ آپس میں متحد ہوں اور تم حق پر ہوتے ہوئے انتشار و بے ہمتی کا شکار ہو' تم نشانہ بنائے گئے ہو اور تم پر تیر چلائے جاتے ہیں مگر تم تیر نہیں چلاتے۔ تم پر حملہ کیا جاتا ہے اور تم اس کا جواب نہیں دیتے' کھلے بندوں اللہ کی تمہارے سامنے نافرمانی ہوتی ہے' اور تم مطمئن ہو۔ اگر تم سے کہتا ہوں کہ جاڑوں میں اُن پر حملہ کرو تو کہتے ہو ابھی تو چلہ کی سردی پڑ رہی ہے۔ اگر کبھی کہا کہ موسم گرما میں اپنے دشمن پر حملہ کرو تو کہتے ہو یہ تو آگ برسنے کا زمانہ ہے' ذرا مہلت دیجیے کہ اس شدت کی گرمی کا زمانہ گزر جائے۔ واللہ اگر تم جاڑے اور گرمی سے بھاگتے ہو تو تلوار سے کہیں زیادہ (خوفزدہ ہو کر) بھاگو گے۔

اے مرد نما لوگو! جن میں مردانگی نام کو نہیں' اے خواب و خیال کی پرچھائیو! اے پازیب پہننے والیوں جیسی عقل رکھنے والو! بخدا تم نے اپنی نافرمانیوں سے میری ساری سیاست پر پانی پھیر دیا' غصہ وغم سے مجھے بھر دیا۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ قریش کہتے ہیں کہ ابوطالب کا فرزند ہے تو بہادر مگر جنگ کی حکمت نہیں جانتا۔ کیا خوب! کون ہے وہ، جو فن جنگ سے مجھ سے زیادہ واقف' اور اس کا مرد میدان ہوگا۔ خدا گواہ ہے' میں جنگ میں اس وقت آیا ہوں جب میری عمر بیس سال سے بھی کم تھی اور آج ساٹھ سال سے زیادہ عمر ہو چکی ہے' لیکن جس کی بات نہ مانی جائے اس کی کوئی حکمت نہیں چلتی اور وہ ہزار صاحب الرائے ہو کوئی مانتا نہیں ولکن لا ارى لمن لا يطاع (آخری جملہ آپ نے تین بار فرمایا)۔ (الکامل للمبرد)

کوفیوں کی نواسۂ رسولؐ سے بدعہدی

نئے خلیفہ کے اولوالعزم عامل پہلے زیاد بن ابیہ اور پھر ان کے فرزند عبیداللہ تھے، جنہیں 55 ہجری میں بصرے کا

امیر بنایا گیا تھا اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ بھی اسی کے تحت کر دیا گیا۔ ان دونوں نے بڑے تدبر کے ساتھ فتنہ جو کوفیوں کو قابو میں رکھا۔ جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بہت سے عراقی پیروؤں کی التجا قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور مکہ مکرمہ سے کوفے روانہ ہوئے تو عبید اللہ کے زبردست اقدامات کی وجہ سے کوفیوں کے باغیانہ رجحانات بڑی آسانی سے دبا دیئے۔ محرم 61 ہجری میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت حسینؓ ابن علیؓ کے بہت سے خطبات سے کوفیوں کے طرز عمل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اُن کے آخری خطبے میں ان خرابیوں کی تصویر بھی سامنے آتی ہے' جو امت مسلمہ کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سے راستے سے ہٹا کر ملوکیت میں تبدیل کر رہی تھیں' یہی خرابیاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اعلائے کلمۃ الحق پر مجبور کر رہی تھیں کہ وہ آگے بڑھ کر اُمت کو دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی راہ پر ڈال دیں' خواہ اس میں جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ خطبہ کے یہ الفاظ ابن اثیر نے نقل کیے ہیں:

''اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم' محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے' اللہ کے عہد کو توڑنے والے' رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔

لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو معطل قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام۔ اس لیے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔

میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر پہنچو گے۔ میں حسین ابن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہوں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ ہوگا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ' میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام''۔

نواسہ صدیق اکبر ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور کوفی

دوسرے اُموی خلیفہ یزید الاول کی موت کے بعد ایک بار پھر خانہ جنگی ہوئی۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کوفے کی شیعی جماعت کی قیادت قبول کرنے پر تیار نہیں تھے' اس لیے کوفیوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ آپ کی خلافت کا اعلان سارے حجاز میں ہو گیا مگر کئی برس تک اُموی حکمران مروان اور ان کے بیٹے عبدالملک کے ساتھ خلافت کے بارے میں ان کا جھگڑا چلتا رہا۔

66 ہجری میں ایک بے باک طالع آزما مختار بن ابی عبید کوفے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اب ایک مستقل دہشت انگیزی کا دور شروع ہوا' جو تقریباً ڈیڑھ سال جاری رہا۔ یہاں تک کہ عرب آبادی نے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی جنہیں ان کے مدعی خلافت بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بصرے کا عامل مقرر کیا ہوا تھا۔ کوفے کے نزدیک جنگ حروراء میں مختار شکست کھا کر مارا گیا۔ مصعب نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفیوں کی حیثیت کیا تھی' اس کا اندازہ اس خطبہ سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت حسینؓ کی شہادت کی اطلاع پہنچنے پر انہوں نے اہل مکہ کے سامنے دیا:

''لوگو! اہل عراق سے بدتر مخلوق روئے زمین پر نہیں ہے اور عراقیوں میں بدترین کوفہ کے لوگ ہیں۔ انہوں نے بار بار خطوط بھیج کر حسین رضی اللہ عنہ کو اس لیے بلایا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور ان کی ذات گرامی سے نور ہدایت حاصل کریں گے لیکن جب حسین رضی اللہ عنہ ان کی سرحد پر پہنچے تو ان شقی القلب لوگوں نے اپنے بلائے ہوئے مہمانوں پر پانی تک بند کر دیا اور بنی اُمیہ کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور ان کو مجبور کیا کہ یزید کی بیعت کرو اور اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالے کر دو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

واللہ! حسین رضی اللہ عنہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ وہ بے سروسامان ہیں اور اس گروہ اشقیاء کے مقابلے میں (بظاہر) کامیاب نہیں ہو سکتے لیکن انہوں نے ذلت کی زندگی کو ٹھکرا دیا اور عزت کی موت قبول کر لی۔ خدا حسینؓ کے قاتلوں کو ذلیل کرے۔ عراقیوں کی یہ بدعہدی اور غداری قابل نفرین بھی ہے اور قابل عبرت بھی۔ لیکن جو مقدر میں تھا وہ ہوا۔ مشیت ایزدی کے سامنے چارہ نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا حسینؓ کی شہادت کے بعد ہم ان بدکردار لوگوں کے قول و فعل پر بھروسا کر سکتے ہیں (مجمع نے نفی میں جواب دیا) لوگو! خدا کی قسم یہ لوگ بھروسے کے قابل ہی نہیں۔ انہوں نے اس عظیم المرتبت شخص کو قتل کیا جو دن کو روزے رکھتا تھا اور رات کو عبادت کرتا تھا' جو قرآن خواں اور پاک باز تھا۔ جو ہر لحاظ سے ان سے بڑھ کر خلافت کا مستحق تھا۔ واللہ! حسین رضی اللہ عنہ روزے کے مقابلے میں بادہ خواری' خوف خدا سے رونے کے مقابلے میں رقص و سرود' قرآن کی ہدایت کے مقابلے میں گمراہی اور ذکر حق کے مقابلے میں شکاری کتوں کے ذکر کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ خدا ان دھوکے باز قاتلوں کو سخت سزا دے گا''

الغرض عراق کی سیاسی تاریخ کی تشکیل میں عربوں اور ایرانیوں کے اختلاف کی بہ نسبت مختلف عرب قبائل کے موروثی مجادلات نے زیادہ اہم حصہ لیا۔ جب مصعب بن زبیر (72 ہجری میں) اُمویوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو کوفے کو سر اطاعت خم کرنا پڑا اور خلیفہ عبدالملک بلا مخالفت شہر میں داخل ہو گئے۔ 75 ہجری سے 95 تک سارے عراق کا نظم و نسق حجاج بن یوسف کے پر زور ہاتھوں میں رہا۔ اس نے ہر قسم کی مقاومت کو ختم

کرنے کے لیے واسط میں ایک نیا دار الحکومت قائم کیا جہاں سے وہ کوفہ اور بصرہ دونوں کو قابو رکھ سکتا تھا۔ خالد بن عبداللہ کے طویل دورِ ولایت (105 تا 120 ہجری) میں عام طور سے عراق میں امن و آسودگی کا دور دورہ رہا لیکن 127 ہجری میں خوارج نے کوفے پر قبضہ کر لیا اور انہیں نکال باہر کرنے میں خلیفہ مروان ثانی کی فوجوں کو دو برس لگ گئے۔

عباسی دور میں کوفہ کا پہلا زوال

اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد بنو عباس میدان میں نمودار ہوئے۔ خراسان کے اموی عامل نصر بن سیار کو شکست ہوئی اور 132 میں کوفے کے اندر وہ بغاوت پھوٹ پڑی جس کی ایک مدت سے تیاری ہو رہی تھی۔ عباسیوں کو شہر پر قبضہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ کوفہ دار الخلافہ بنایا گیا اور اسے تقریباً بیس برس تک یہ حیثیت حاصل رہی۔ اگرچہ اس دور میں عباسی فرمانرواں نے کوفے کے بجائے زیادہ تر اپنی سکونت یا تو ہاشمیہ میں رکھی جو فرات کے کنارے کوفے سے کچھ دور شمال میں ہے یا پھر انبار میں۔ بعد ازاں جب بنو عباس کے دوسرے خلیفہ المنصور نے نئے دار الخلافت بغداد کی بنیاد رکھ دی تو کوفے کی اہمیت رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔ بہر کیف کافی مدت تک اسے خاصی بڑی چھاؤنی کی حیثیت حاصل رہی اور علمی مرکز ہونے کی شہرت بھی۔ یہ شہرت یہاں کے باشندے دوسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں حاصل کر چکے تھے اور انہوں نے اسے پانچویں صدی ہجری تک قائم رکھا' مگر سیاسی حالات تبدیل ہو جانے کے باوجود کوفیوں کے دلوں میں علویوں کی ہمدردی، نئی نئی تحریکوں میں شریک ہونے کے پرانے اشتیاق اور باغیانہ رجحانات میں کمی نہ آئی۔

کوفیوں کی باغیانہ روش اور علویوں کا دعوئ خلافت

199 ہجری میں حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ایک شخص محمد بن ابراہیم جو ابن طباطبا کے نام سے بھی مشہور ہے' کوفے میں نمودار ہوا اور اپنا دعوائے خلافت تسلیم کرانے کی کوشش کی۔ والی کو شہر سے نکال دیا گیا اور بہت سے معتقد مدعی خلافت کے گرد جمع ہو گئے۔ اگرچہ اس کا انتقال اسی سال ہو گیا' مگر یہ خطرناک بغاوت بڑی کوششوں سے فرو ہو سکی۔ المستعین کے عہد میں علویوں نے ایک بار پھر کوفے میں اختلال کیا۔ 250 ہجری میں یحییٰ بن عمر العلوی نے ہر قسم کے رذیل افراد اور مفروروں کو ساتھ لے کر حکومت کے خلاف بغاوت برپا کر دی۔ عامل کو فرار ہونا پڑا اور بغاوت بڑی تیزی سے پھیل گئی' تاہم بہت جلد امن وامان قائم ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد اس شہر میں جو ہمیشہ سے شورش پسند چلا آ رہا تھا ایک اور علوی نے حکومت قائم کر لی' مگر اس کا عہد بھی قلیل المیعاد ثابت ہوا۔

256 ہجری میں علی بن زید نے کہ وہ بھی اسی طرح آل علی میں تھا' کوفے میں خلافت کا دعویٰ کیا اور عامل کو نکال دیا۔ بعد ازاں اس نے شاہی افواج کے سپہ سالار الشاہ بن میکال کو شکست فاش دی، جو اسے کچلنے کے لیے بھیجا گیا تھا' لیکن جب نئی فوج نے پیش قدمی کی تو اسے کوفہ خالی کرنا پڑا۔ جب قرامطہ نے مغربی عراق اور شام کو تاخت و تاراج کیا تو کوفہ بھی نہ بچ سکا۔ 296 ہجری میں یہ لوگ شہر میں داخل ہوئے اور پھر 312 ہجری میں قرامطہ نے مشہور قائد ابو طاہر نے فتح کر کے اسے تاراج کر دیا۔ اسی طرح 315 ہجری اور 325 ہجری میں بھی وہ غارت ہوا۔

کوفہ کا دوسرا زوال

چوتھی صدی ہجری میں تیزی کے ساتھ خلافت کے انحطاط سے کوفے پر بھی زوال آیا۔ اگرچہ آل بویہ نے جو 334 ہجری میں دار الخلافت بغداد پر قابض ہونے کی وجہ سے سیاسی اقتدار حاصل کر چکے تھے' شیعہ ہونے کے باعث کوفے یا یوں کہنا چاہیے کہ اس کی نواحی آبادی نجف کی بہبود میں خاصی دلچسپی لی تھی' کیونکہ روایت کے مطابق نجف میں مزارات مقدس واقع تھے' لیکن وقت کے ساتھ آل بویہ کی قوت بھی کمزور پڑ گئی۔ 375 ہجری میں قرامطہ نے ایک بار پھر کوفہ پر قبضہ کر لیا اور گیارہ برس بعد بہاء الدولہ نے دوسرے مقامات کے ساتھ اسے بھی بطور جاگیر المقلد بن المسیب کو عطا کر دیا۔ بعد ازاں یہ بنو مزید کے قبضے میں آیا لیکن جب ان لوگوں نے 495 ہجری میں اس کے شمال میں اپنا نیا دار الحکومت حلہ تعمیر کر لیا اور تیزی کے ساتھ وہاں رونق بڑھنے لگی تو پرانا دار الحکومت رفتہ رفتہ ہر قسم کی اہمیت سے محروم ہوتا چلا گیا۔ کوئی نوے برس بعد جب ابن جبیر یہاں پہنچا ہے تو قدیم دیواریں گرائی جا چکی تھیں اور زوال کے دوسرے آثار بھی کوفے میں ہویدا تھے۔ عہد مغول کے بعد تو وہ سرعت کے ساتھ زاویۂ خمول میں چلا گیا۔

ابن بطوطہ جب اپنی سیاحت کے دوران یہاں آیا تو اس کا بیشتر حصہ ویران ہو چکا تھا۔ اس کا بڑا سبب قرب و جوار کے بنو خفاجہ کے بدویوں کی ترکتاز تھی' البتہ اس کی تحریروں سے اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ یہاں کی مسجد اس وقت تک اچھی حالت میں محفوظ تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بنائی ہوئی قدیم سرکاری عمارات میں قصر الامارۃ کی محض بنیادیں باقی رہ گئی تھیں۔ اس کے انحطاط کی توثیق حمد اللہ مستوفی قزوینی کی کتاب نزہۃ القلوب سے بھی ہوتی ہے جو 740 ہجری میں لکھی گئی تھی۔ ایام ما بعد میں ہمیں صرف نجف کا ذکر ملتا ہے جو اس کے نواح میں واقع تھا اور جسے ایک شیعی زیارت گاہ کی حیثیت سے اہمیت حاصل رہی۔ آج کل اسے عموماً مشہد علی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کوفے کے قرب وجوار کے بارے میں Neibhur نے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے: ''اردگرد کا سارا علاقہ صحرا ہے اور شہر میں کسی قسم کی آبادی نہیں۔ یہاں کی سب سے زیادہ قابل ذکر چیز وہ جامع مسجد ہے جہاں حضرت علیؓ کے زخم کاری لگا تھا' لیکن اب اس کی بھی صرف چار دیواری ہی باقی رہ گئی ہے''۔

❀❀❀❀

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

اعتماد کا رشتہ

محمد سمیع

اعتماد کا ہماری زندگی پر، خواہ وہ انفرادی یا اجتماعی، بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ ایک شوہر کو اگر بیوی پر اعتماد ہو تو گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے اور اس کے برعکس زوجین میں سے کسی ایک کا دوسرے پر یا دونوں کا ایک دوسرے پر اعتماد نہ ہو تو زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور اس کے مضر اثرات آئندہ نسل پر بھی پڑتے ہیں۔ بچے نفسیاتی امراض کا شکار ہو سکتے ہیں علیٰ ھذ القیاس۔ گھر سے باہر آئیں، آپ ملازم پیشہ ہو سکتے ہیں اور کاروباری۔ اگر آپ ملازم پیشہ ہیں اور آپ کے باس کو آپ پر اعتماد ہو کہ آپ دیانت دار اور امین ہیں اور آپ اپنے دفتری فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں تو اس کے نتیجے میں آپ کا مستقبل اس ادارے میں شاندار ہوگا۔ ورنہ اگر معاملہ برعکس ہوا تو نتیجہ بھی برعکس ہی نکلے گا۔ اگر آپ کاروبار کرتے ہیں اور اپنے کاروبار میں پوری دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو آپ کے کاروبار کی مارکیٹ میں ایک ساکھ ہوگی۔ آپ کے گاہک آپ سے پوری طرح مطمئن ہوں گے کہ آپ نے جو ریٹ دیئے ہیں وہ مناسب ہیں اور جو نمونے (Sample) انہیں بھجوائے گئے ہیں، مال بھی انہیں وہی ملے گا۔ بصورت دیگر، آپ اپنی مارکیٹ کھو سکتے ہیں اور ہم قومی سطح پر اس کے اثرات دیکھ سکتے ہیں کہ مسلم ممالک کی مارکیٹ میں پڑوسی ملک کی مصنوعات چھائی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ کو کاروبار میں بڑی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم نے ایسے تاجر بھی دیکھے ہیں جو بیرونی ممالک سے دوائیں منگواتے ہیں تو اس کے ساتھ اضافی لیبل بھی منگواتے ہیں، تاکہ اگر دوا expire ہو جائے تو اس کا لیبل تبدیل کر کے اسے مارکیٹ میں فروخت کیا جا سکے۔

یہ تو میں نے چند ایک مثالیں دی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری پوری قوم بداعتمادی کا شکار نظر آتی ہے۔ کسی کو کسی پر بھروسا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پٹرول کی قیمت بڑھتی ہے تو اشیاء کی قیمتیں بڑھا دی جاتی ہیں۔ ٹرانسپورٹ کا کرایہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کوئی ایسا ادارہ نہیں جو یہ دیکھے کہ جس تناسب سے پٹرول کی قیمت بڑھی ہے کیا اسی تناسب سے اشیاء کی قیمتیں اور کرائے بڑھے ہیں اور نہ کوئی ایسی انجمن ہی موجود ہے جو صارف کے حقوق کا تحفظ کر سکے۔ دودھ کی قیمت حکومتی سطح پر طے کی جاتی ہے جس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دودھ فروش اپنی من مانی قیمت لوگوں سے وصول کرتے رہتے ہیں۔ جب اچھا خاصا وقت گزر جاتا ہے تو حکومت کے محکمے کو یاد آتا ہے کہ ہم نے دودھ کی قیمت جتنی مقرر کی تھی اس سے زیادہ قیمت عوام سے وصول کی جا رہی ہے۔ محکمہ حرکت میں آتا ہے لیکن وہ کرتا یہ ہے کہ دوکانداروں میں سے کچھ کو گرفتار کرتا ہے اور ان پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے اور کچھ کو چند دنوں کے لئے جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اصلاً تو آڑھتیوں اور ڈیری فارم والوں پر ہاتھ ڈالا جانا چاہئے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ عوام ان کے مک مکا کو سمجھتے ہیں لیکن وہ کیا کریں، دودھ کے استعمال کے بغیر گزارا نہیں۔ آٹے اور چینی کے تاجر جب چاہتے ہیں ان چیزوں کی قیمت بڑھا دیتے ہیں۔ کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہی تو ہیں جو ان صنعتوں کے مالک بھی ہیں اور قوم کی قسمت کے مالک بھی کیونکہ انہیں وہی عوام جن کا استحصال ان کے ہاتھوں ہوتا ہے، ووٹ دے کر اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں۔

کس کس بات کا رونا رویا جائے۔ شاید آج کل بھی یہی صورتحال ہے۔ دھرنے جاری ہیں۔ دھرنے والوں کا اصل مطالبہ یہ ہے کہ وزیراعظم مستعفی ہوں۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ آخر اسمبلی کے تمام ارکان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ کب یہ چاہیں گے کہ وزیراعظم مستعفی ہوں۔ اس نظام سے ان کے مفادات وابستہ ہیں۔ لہٰذا سب وزیراعظم کی پشت پر کھڑے ہو گئے ہیں۔

عمران خان پارلیمانی لیڈروں ہی نہیں بلکہ ان تمام اداروں کے خلاف بھی جارحانہ انداز اختیار کئے ہوئے ہیں جس کے بارے میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عوام ان سے خوش نہیں۔ تاہم وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ہر کھیل کے الگ الگ رولز ہوتے ہیں۔ جب کرکٹ کے رولز ہاکی میں apply نہیں کئے جا سکتے، تو سیاست میں کیسے کئے جا سکتے ہیں۔ سیاست میں تو ہر قسم کی تبدیلی کے لئے سیاست ہی کے رولز apply کئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا یا تو انہیں سیاسی میدان چھوڑ کر انقلاب کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ انقلاب کے مراحل میں جس سیاسی نظریہ کو بطور انقلاب استعمال کرنا چاہتے ہیں، اس کے لئے عوام کو موبلائز کرنا پڑے گا۔ انہوں نے اس طبقے کو تو اپنی حمایت میں کھڑا کر لیا ہے جو اب تک سیاست سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن انقلاب تو بغیر خون دیئے نہیں آتا۔ اس کے لئے عمران خان کو اپنے پیروکاروں کی تربیت کرنی پڑے گی۔ انہیں منظم کرنا پڑے گا۔ اس وقت تو ایک بھیڑ ہے جسے لے کر وہ چل رہے ہیں۔ ان سے فوری طور پر یہ توقع رکھنا کہ وہ ان کے سیاسی نظریئے کے لئے جانیں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے، خوش فہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے حکومت کو خونریزی کی دھمکی دے دی ہے جو سمجھ سے بالا تر ہے۔ ابھی تو ان کے پیروکاروں کا حال یہ ہے کہ وہ بات بات پر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جیسا لیڈر ہوگا ویسے ہی اس کے پیروکار ہوں گے۔ لہٰذا جیسا عام طور پر خیال کیا جا رہا ہے، یہ دھرنے اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکیں گے۔ رہی انقلابی لیڈر ڈاکٹر طاہر القادری کی بات تو وہ اب تک اس انقلاب کی نوعیت نہیں بتا رہے ہیں۔ وہ نہ اسلامی انقلاب کی بات کر کے اپنے مغربی سرپرستوں کو ناراض کر سکتے ہیں اور نہ اصلی تے وڈی مغربی جمہوریت کی بات کر کے اپنے عوام کو ناراض کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کوئی ایسا انقلاب برپا کر سکتے ہیں، عبث ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ دھرنے والے کامیاب ہوں یا نہ ہوں انہوں نے عوام میں اپنے حقوق کا شعور تو پیدا کر دیا ہے۔ عوام کا شعور تو ذوالفقار علی بھٹو نے اتنا بلند کر دیا تھا جس کا تصور یہ دونوں لیڈر حضرات نہیں کر سکتے۔ لیکن ہوا کیا۔ عوام ہر قسم کا استحصال برداشت کر رہے ہیں لیکن سڑکوں پر آنے کے لئے تیار نہیں۔ اس

سے تو بھلا وقت وہ تھا جب ایوب خان نے چینی فی کلو پر صرف ایک چونی کا اضافہ کیا تھا تو عوام اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے سیاست سے نکال کر ہی دم لیا۔

اصل بات وہی ہے جس کو میں نے اس مضمون کا عنوان بنایا ہے۔ عوام کو اب کسی پر اعتبار نہیں۔ احتجاجی راستہ مذہبی جماعتوں نے بارہا اختیار کیا اور اس میں کامیاب بھی رہے لیکن جب انہوں نے بھٹو کے خلاف تحریک کو نظام مصطفیٰ ؐ تحریک کا نام دیا تو عوام کا ان پر اعتبار اٹھ گیا۔ کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس تحریک میں سیکولر سوچ رکھنے والے لیڈران بھی شامل تھے جن سے نظام مصطفیٰ ؐ کے نفاذ کی عوام کوئی توقع نہیں رکھتے تھے۔

اب عوام سیاسی جماعتوں پر بھی اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں اور اس کے باوجود کہ دھرنے والے ان کے مسائل پر زیادہ گفتگو کر رہے ہیں، لیکن وہ ان دونوں لیڈروں سے بھی خوش نہیں ہیں۔ وہ تو نہ میاں نواز شریف پر اعتماد کرنے کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی ڈاکٹر طاہر القادری پر جن کا میدان سیاست سے کوئی تعلق ہی نہیں اور عمران خان نے بھی جس طرز سیاست کی بنیاد ڈالی ہے، اس پر بھی ناخوش ہیں۔ عوام یہ دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ عمران خان کے دائیں بائیں نظر آرہے ہیں، ان سے کسی قسم کی تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی اور ان کی سمجھ میں تو یہ بات بھی نہیں آرہی کہ عمران خان نے ایسے لوگوں کو قریب کیوں کر رکھا ہے جس کے نتیجے میں ان کے ان کارکنوں میں بددلی پھیل رہی ہے جو عمران خان کی تبدیلی کے نعرے پر ان کے پیچھے ہو لئے تھے۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ نہ دھرنے والوں کو اس کا احساس ہے کہ اس سے قوم و ملک کو کتنا نقصان پہنچ چکا ہے، جس کا خمیازہ بہر حال عوام ہی کو بھگتنا پڑے گا اور نہ حکومت ہی اس مسئلے کے حل کی کوئی سنجیدہ کوشش کر رہی ہے۔

البتہ ایک بات کا خدشہ سامنے نظر آرہا ہے وہ یہ کہ میاں نواز شریف کو بھی اب حکومت چلانا مشکل ہو جائے گا اور جو دوسری جماعتیں آج ان کا ساتھ دے رہی ہیں وہ ان کی حکومت پر برا وقت آنے پر ان حالت کو اپنے حق میں استعمال کریں گی کیونکہ سیاستدانوں کا ہدف تو اقتدار ہی ہوتا ہے۔ میاں نواز شریف کو یہ شکوہ تھا کہ ان کی پارٹی کے جو لیڈر "قدم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ ہیں" کا نعرہ لگا رہے تھے وہ ڈکٹیٹر کے ساتھ مل گئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب جبکہ پارلیمنٹ کی تمام جماعتیں یہی نعرہ لگا رہی ہیں، برا وقت آنے پر وہ سب ان کا ساتھ چھوڑ جائیں۔

بات اعتماد سے شروع ہوئی تھی اور بد اعتمادی پر ختم ہو رہی ہے۔ بد اعتمادی کی جتنی بھی شکلیں آج وطن عزیز میں نظر آرہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں من حیث القوم اللہ پر اعتماد نہیں۔ حالانکہ اللہ نے دین کا ہم پر اتمام کر دیا تھا اور ہم پر اپنی نعمتیں تمام کر دی تھیں اور ہمارے لئے اسلام کو بطور دین پسند فرما لیا تھا۔ جب یہ دین یعنی نظام خلافت نافذ ہوا تو اس کی برکات کو ساری دنیا نے دیکھا۔ ہم نے اسی نظام کو اپنا کر پاکستان کو دنیا کے سامنے اسلامی ریاست کے نمونے کے طور پر پیش کرنا تھا لیکن ہماری پارلیمنٹ جس کے سر پر قرارداد مقاصد کا تاج سجا ہوا ہے، اس کے وابستگان اس نظام کا نام بھی نہیں لیتے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ بھی نہیں جو اپنے آپ کو اسلامی نظام کے علمبردار کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں شیطان سے کہلوایا تھا کہ

کیا اماں سیاست کیا کلیسا کے شیوخ

سب کو دیوانہ بنا دیتی ہے میری ایک ہو

اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین!

بقیہ : کار تریاقی

فرعون اور اس کے ظلم و ستم سے ملول ہے۔ مجھے موسیٰؑ اور ان کے ید بیضا کی آرزو ہے اور یہ کہ: دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر، کز دیو و دد ملولم و انسانم آرزو ست! کل رات شیخ ہاتھ میں چراغ لیے سارے شہر میں گھوما اور یہ کہہ رہا تھا کہ میں شیطانوں اور درندوں سے اذیت و مصیبت میں ہوں۔ مجھے کسی انسان کی آرزو ہے۔ (ظالم حکمرانوں کو شیطانوں اور درندوں سے تشبیہ دی ہے)۔ انسانوں کی آرزو میں یہ امت بھی چراغ بدست سرگرداں ہے۔ مشرف ہٹتا ہے تو زرداری نکل آتا ہے۔ وہ جاتا ہے تو شریفوں سے پالا پڑ جاتا ہے۔ ان کی کرسی اقتدار کو الٹنے عمران و قادری اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمسائیگی میں کرزئی جاتا تو اگلے دو مداری امریکی ڈگڈگی پر ناچتے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ڈالروں کی ویلوں کے لیے رال ٹپکاتے آن وارد ہوتے ہیں۔ امت دین فروشوں کے نرغے میں ہے۔

ہماری سرحدیں دشمن کے شکنجے میں ہیں۔ مودی چلتی گولیوں پر خوشی سے بغلیں بجاتا کہہ رہا ہے اب ہمارا دشمن (پاکستان) چیخ چلا رہا ہے۔ وہ ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے، جنگی جنون میں مبتلا ہے۔ حملوں کو پاکستان کے لیے ناقابل برداشت بنا دیں گے۔ پاکستان کی تیاری کیا ہے؟۔ مشرق میں مودی مغرب میں امریکا۔ فوج خود اپنے بازوئے شمشیر زن (قبائلی علاقے) سے نمٹنے میں ادھ موئی۔ جذبۂ جہاد سے سرشار طبقات جو پاکستان کا سب سے بڑا سرمایہ ہوتے وہ یا عقوبت خانوں سے لاشوں میں ڈھل ڈھل کر نکل رہے ہیں یا ڈرون اور بمباریوں کی زد میں ہیں۔ ملکی معیشت و استحکام کی شہ رگ پر دھرنے دھونی رمائے بیٹھے ہیں۔ اتحاد و اتفاق کی جگہ افتراق و انتشار بپا ہے۔ منظر جلسوں، جلوسوں، ناچ تماشوں سے نہیں بدلے گا۔ امتحان ہے ترے ایثار کا خودداری کا! بجز ایمان دشمنوں سے نمٹنے کا کوئی راستہ نہیں۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ سا ایماں پیدا　　　آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

سانحۂ کربلا

قیمت 35 روپے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت کے بیان پر جامع تالیف

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف

کا مطالعہ کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیر اہتمام مبتدی تربیتی کورس

حلقہ خیبر پی کے جنوبی کے زیر اہتمام مبتدی تربیتی کورس 14 تا 20 ستمبر کو مسجد ابو بکر (ملحق بمرکز حلقہ) سعد اللہ جان کالونی عقب ایڈ مور پمپ منعقد ہوا۔

چونکہ بعض رفقاء کے لئے اپنے شہر سے دور کسی دوسرے شہر میں تربیت گاہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے، اور بعض اوقات رستے کی وجہ سے بھی ایک دن زائد بھی چھٹی لینی پڑتی ہے، لہٰذا اس نادر موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ناظم حلقہ اور دیگر ذمہ داران نے تربیتی کورس سے ایک ماہ قبل ہی رفقاء سے رابطے اور ملاقاتیں شروع کر دی تھیں۔ مزید یہ کہ جو رفقاء FSc. سے فارغ ہوئے تھے یا یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں ان کے لئے چھٹیوں کی وجہ سے یہ بہت مناسب وقت تھا۔

شرکاء میں نصف سے زائد نوجوان اور تنظیم کے رفیق تھے اور کالج اور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ ایک چوتھائی تعداد درمیانی عمر کے، جبکہ دیگر رفقاء بڑی عمر کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ تربیتی کورس کے دوران شرکاء کے سوالات سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا تھا کہ وہ ساتھی جو تنظیم میں نئے شامل ہوئے ہیں، یا تنظیم کی پوری فکر سے ابھی واقف نہیں ان کے ہاں بھی سوچ و فکر میں کوئی تعصب یا فرقہ پرستی کے رجحانات موجود نہیں اور ساتھ ساتھ اقامت دین کی جدوجہد کے لئے جو فکری سطح مطلوب ہے وہ ان میں پائی جاتی ہے۔ رفقاء میں سے الحمد للہ تقریباً 26 رفقاء اور 2 احباب تربیتی کورس میں شریک ہوئے۔ 16 رفقاء نے کل وقتی جبکہ باقی رفقاء نے جز وقتی شرکت کی۔ شریک رفقاء میں سے 20 کا تعلق پشاور شہر کی تناظیم سے جبکہ 3 کا اسرہ مردان سے تھا۔ علاوہ ازیں ڈی آئی خان کے 1، ضلع ٹانک کے 1، اور ایک رفیق اور ایک حبیب نے جنوبی اضلاع میں ضلع کرک سے شرکت کی۔

تربیتی کورس کے پہلے تین دنوں کے دوران امیر محترم کے مشیر برائے دعوتی امور جناب رحمت اللہ بٹر نے اپنے مشفقانہ انداز میں تمام اہم مضامین پڑھائے جبکہ دوسرے مدرسین سجاد سرور صاحب (جو کہ ابتدا ہی سے آ گئے تھے) اور جمیل الرحمان عباسی نے بھی مختلف موضوعات پر لیکچر دیئے اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ شرکاء نے تربیتی کورس کے اختتام پر اساتذہ کا شکریہ ادا کیا۔ حلقہ کی جانب سے ڈاکٹر حافظ مقصود، ناظم حلقہ خورشید انجم، انجینئر یوسف علی، ڈاکٹر وقار الدین اور محمد عادل نے بھی دروس دیئے۔ تمام مدرسین نے عقائد، عبادات، دینی فرائض، دین کا جامع تصور اور تنظیم اسلامی کا تفصیلی تعارف، براہ راست، بورڈ کے ذریعے، مذاکرے کے انداز میں واضح کیا۔

اکثر شرکاء نے انتظامات کو سراہا اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے بھرپور خدمت کے جذبے سے رفقاء کو پورا موقع دیا کہ وہ سیکھنے کے عمل اور اپنے معمولات پر پوری توجہ دے سکیں۔ اکثر شرکاء نے اپنے تاثرات میں اس بات کا اظہار کیا کہ تربیتی کورس کے ذریعے دین کی واضح، کامل اور صحیح فکر ہمارے سامنے آئی اور تنظیم کی فکر کو بھی پورے طور پر سمجھنے کا موقع ملا۔ کورس کی اصلاح کے حوالے سے بھی چند ا تجاویز سامنے آئیں۔ کورس میں شامل ایک رفیق نے جو کہ میڈیکل ڈاکٹر ہیں، اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ کورس تنظیم کے مبتدی رفقاء کے لئے نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے ہونا چاہیے، کیونکہ میں نے اس کورس سے اپنے دینی تقاضوں کو سمجھا ہے۔ ایک اور رفیق نے احساس ذمہ داری اور آئندہ کام کرنے کے عزم کو ظاہر کرتے ہوئے ایک مثال پیش کی کہ جب کوئی کبوتر باز کبوتروں کی تربیت کر کے پہلی مرتبہ انہیں پنجرے سے نکال کر فضا میں چھوڑتا ہے تو اسے پورا یقین ہوتا ہے کہ اب یہ اتنے تربیت یافتہ ہیں کہ میری ایک سیٹی پر واپس آ جائیں گے، لہٰذا اس تربیتی کورس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی نظم کے ہر تقاضے پر لبیک کہیں۔

ملتان شہر کی تناظیم کی مشترکہ شب بیداری

ملتان شہر کی 7 تناظیم کا مشترکہ شب بیداری پروگرام 20 اور 21 ستمبر کی درمیانی شب جامع مسجد الہدیٰ شاہ رکن عالم کالونی میں منعقد ہوا۔ مرکزی خطاب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی (امیر حلقہ) کا تھا۔ انہوں نے بعد نماز مغرب پر مغز گفتگو کی۔ اس کے بعد عرفان بٹ امیر تنظیم ملتان شہر نے درس حدیث دیا۔ نماز عشاء کے بعد امیر مقامی تنظیم ملتان کینٹ محمد سلیم اختر نے منہج انقلاب نبویؐ اور آج کا انقلاب مارچ کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ اس کے بعد بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک ویڈیو خطاب ''ایمان کے ثمرات'' سامعین کو ملٹی میڈیا پروجیکٹر کے ذریعے دکھایا گیا۔ آخر میں شناور حسین انصاری نے ایک دعا یاد کرائی۔ رات 11 بجے کھانے کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ رفقاء نے مسجد ہی میں قیام کیا۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد امیر نیو ملتان تنظیم عطاء اللہ خان نے درس قرآن مجید میں ''طلاق کے مسائل'' بیان کئے۔ اس کے بعد امیر شمالی تنظیم قمر رئیس بیگ نے تنظیمی فکر پر مبنی مفصل مذاکرہ کرایا۔ صبح آٹھ بجے ناشتہ کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی خانیوال کی دعوتی سرگرمیاں

27 ستمبر بروز ہفتہ نماز عصر کے بعد رفقاء تنظیم اسلامی خانیوال شہر کے مشہور چوک سنگلاں والا میں جمع ہوئے۔ رفقاء کی ٹولیاں بنا کر بازار میں بھیج دیا گیا، جنہوں نے ''سیلاب کی تباہ کاریاں'' پر مشتمل ہینڈ بل لوگوں میں تقسیم کیا۔ نماز عصر تا مغرب کے دوران 500 ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ شہریوں نے رفقاء سے بھرپور تعاون کیا اور اس اقدام کو سراہا۔ نماز مغرب کے بعد رفقاء مقامی امیر رانا محمد انور کے گھر اکٹھے ہوئے، جہاں رفیق تنظیم غلام محی الدین نے ''حقیقت انسان'' کے موضوع پر پُراثر خطاب کیا۔

نماز عشاء کے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ویڈیو خطاب دکھایا گیا جس کا عنوان تھا۔ ''انسانی شخصیت کے مختلف افتادِ طبع'' 20 رفقاء و احباب نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ رات 10 بجے اجتماعی کھانے کے بعد مقامی امیر نے رفقاء و احباب سے دعوت تنظیم سے متعلق خصوصی گفتگو کی اور خاص طور پر رفقاء کو اپنی دینی ذمہ داریاں جانفشانی سے ادا کرنے کی ترغیب دی۔ آخر میں سیلاب زدگان کے لئے فنڈ بھی جمع کیا گیا۔ (مرتب: رانا محمد انور)

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم ''بیروٹ'' میں قمر عباسی کا بطور امیر تقرر

☆ امیر حلقہ اسلام آباد کی جانب سے مقامی تنظیم بیروٹ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 2 اکتوبر 2014ء میں مشورہ کے بعد قمر عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ نقیب اسرہ حضرت انس بن مالکؓ (تنظیم اسلامی ہارون آباد غربی) حاجی محمد شفیع کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق فقیر حسین وفات پا گئے۔

اللہ رب العزت مرحومین کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ اور ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین) قارئین ندائے خلافت سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

The Nobel Award and the Not-So-Noble Propaganda Campaign

By Khalid Baig

"The US corporate media loves talking about the remarkable bravery and strength of Malala and the brutality of the Taliban forces that almost killed her. Such coverage fuels its racist, orientalist, neocolonialist narrative about "backward," violent, misogynist Muslims and their need for "white saviors," thereby legitimizing Western imperialist interests in South and West Asia. (Ben Norton in Dissident Voice)

The news of the award of a Nobel Prize for Peace to a Pakistani girl was accompanied by a condemnation of the Pakistani society in the mainstream media. Its crime: Its people were not dancing in the streets to celebrate the honor given. They even had the temerity to question the motives of the award givers and the actions of the recipient. They refused to take the attacks of the young recipient on Islam in stride. If it was trying to give a message to Pakistan, the Nobel committee must have felt that it was doing the unnecessary for the ungrateful. Poor, fanatic Pakistanis who cannot appreciate a good thing. "By winning the Nobel prize, Malala joins Pakistan's loneliest club," announced the Washington Post in a bold headline.

The distance between the make-believe world of the media and the reality can be seen in that headline itself. Did she win, as the headline says, or was she awarded? You win, say, a marathon race, by being the first to reach the destination. It reflects effort and achievement. You do not get it because of the largess of the judges. They do not declare you a winner to promote the diet and exercise routine that you had followed. A Nobel prize, on the other hand, is an award-- - a political decision made by the judges aimed at achieving a political goal. Even the award announcement makes it so clear. It says: "The Nobel Committee regards it as an important point for a Hindu and a Muslim, an Indian and a Pakistani, to join in a common struggle for education and against extremism." This is loaded political language.

Obviously if one does not agree with your political goals, one will not support the decisions made to advance those goals. There will be no reason to celebrate the award, in contrast to the win in the race. The media showed a singular inability to understand the distinction by blaming the Pakistanis for not celebrating the "win."

Education is a wonderful thing. But what exactly do you want to teach? In case of Malala the agenda is very clear. In the writings that have been published in her name, she looks down on the education in the core values of one's faith. She does not like Islamic studies. She is concerned about the increase in the number of madrasahs. She condemns female students who were the victims of barbaric military atrocities including dropping of phosphorous bombs on their own school. So much for being a champion of universal education!

Beyond education she also has statements to make on important issues of the day in Pakistan, like Blasphemy laws, Islamization of penal code, Hudood ordinance, even Muslim protests against the intensely provocative

insults of Salman Rushdie. And on all these issue she parrots the lines taught by her imperial mentors. It is obvious that all her utterances are scripted. Further, her script writers and those who have awarded her for reading from the script are certainly working in harmony.

And then the pundits wonder with perfect disingenuity why the people are not rejoicing over her "win."

But there was some consolation for the media. For some people did fall for the trap both in Pakistan and in the diaspora.

If you are suffering from a very low self esteem (itself a gift of the media) you would be excused for grabbing on to anything to raise it up, including a tainted award. They exhibited the signs of an inferiority complex: Denial, day dreaming and wishful thinking. Denial that a young girl is being used (Even when many of them agreed that her book is a case of that. No one defends her book and people in Pakistan are not rushing to the bookstores to get a copy.); daydreaming that the powers that be are choosing to honor a Muslim girl because of her goodness; and wishful thinking that some good can come out of the plans which are anything but good.

Their infatuation with the Nobel prize ---itself a mark of colonization of the minds---led them to accept the Malala-for-education-versus-Taliban-against-education narrative. Little did they realize that this is a false dichotomy created by the propaganda machine. She is no champion of education and those questioning her status as a heroine are not against education. She did not build schools or help anyone get an education. She did not come up with any program for spreading education. She only allowed herself to be used by faithfully uttering the propaganda lines that she had been assigned. In a way she had been abducted. Her Nobel Prize award was a certificate that her abduction was complete.

After reading her book and her pronouncements the most charitable thing that can be said is that she is young and innocent and is unfortunately being used by powers with an agenda. This admission will lead us to pray for her liberation from the trap she has fallen into.

Let us mourn the abduction of a daughter of this ummah. And let us also mourn the celebration in some quarters of this abduction.

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

جامع مسجد الفرقان سیکٹر I-8 مرکز (اسلام آباد) میں

31 اکتوبر تا 2 نومبر 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

جبکہ

31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سوسائٹیز، فلائی اوور برج سیکٹر I-8/4 اسلام آباد (دفتر حلقہ پنجاب شمالی) میں

31 اکتوبر تا 2 نومبر 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین تربیتی کورس

(نئے و متوقع مدرسین کے لیے) کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء ان کورسز میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ ریفریشر کورس: 0323-5044904، 0333-5382262

برائے رابطہ تربیتی کورس: 051-4134138، 0333-5382262

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042)36316638-36366638